بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

ہفت روزہ
بدر قادیان
جلد ۱۸ شمارہ ۲۷

The Weekly Badr Qadian

ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری
نائب ایڈیٹر: خورشید احمد انور

Regd. No. P. 67

شرح چندہ
سالانہ ۸ روپے
ششماہی ۴ روپے
ممالک غیر ۱۵ روپے
فی پرچہ ۲۰ نئے پیسے

۱۷ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ — ۳ وفا ۱۳۴۸ ہش — ۳ جولائی ۱۹۶۹ء

اخبار احمدیہ

قادیان۔ یکم وفاء (جولائی)۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت اور دیگر جماعتی حالات کے بارے میں ربوہ سے آمدہ مورخہ ۲۴ احسان کی اطلاع مظہر ہے کہ:-

● — مری سے بذریعہ فون اطلاع ملی ہے کہ حضور انور مع اہل قافلہ بخیریت ۲۳ احسان کو مری پہنچ گئے تھے حضور انور کی صحت بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے۔ الحمد للہ — ● محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر جو ربوہ سے ۱۶ احسان کو ایران، ترکی اور یوگوسلاویہ کے دورے پر روانہ ہوئے تھے۔ تہران سے بخیریت استنبول پہنچ گئے ہیں — ● مکرم میر مسعود احمد صاحب بھی اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے ڈنمارک پہنچ گئے ہیں الحمد للہ۔

قادیان یکم وفاء۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل وعیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں البتہ عزیزہ امۃ الکریم کو کبھی کبھی بخار ہو جاتا ہے اور محترمہ بیگم صاحبہ کی صحت غیر تسلی بخش رہتی ہے۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ سب کو اپنے فضل سے صحت و عافیت سے رکھے اور عمر دراز کرے۔ آمین ؛

علاقہ جنوبی ہند کا تربیتی دورہ!

حیدرآباد میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی تشریف آوری اور اہم دینی مصروفیات

رپورٹ مرسلہ مکرم محمد صادق صاحب احمدی سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ حیدرآباد

جملہ احباب جماعت کے لئے یہ خبر یقیناً دلی خوشی اور مسرت کا باعث تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ کے پوتے اور حضرت مصلح موعودؓ کے فرزند ارجمند حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب حیدرآباد تشریف لا رہے ہیں۔ اس مسرت آگیں خبر سے ہر ایک چہرہ کھل اٹھا۔ ہم سب چشم براہ تھے کہ آپ کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈی کریں اور آپ کی پاک صحبت سے فیض یاب ہوں۔

چنانچہ ۲۷ ہجرت کی شام بھلائی نہیں جا سکتی انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں، ½ ۱۱ بجے بنگلور ٹرین پہونچی۔ حیدرآباد و سکندرآباد کے احباب نے عقیدتمندانہ اور پُرتپاک استقبال کیا، گلپوشی کی۔ محبت اور عقیدت کے پھول پہنائے۔ محترم حضرت میاں صاحب نے ہر ایک کو معانقہ کا شرف عطا فرمایا۔ بعد فراغت مکرم چوہدری مبارک علی صاحب ناظر بیت المال (آمد) اور مکرم سیٹھ محمد معین الدین صاحب کی معیت میں امیر جماعت حیدرآباد و سکندرآباد کے مکان پر تشریف لے گئے۔

۲۸ و ۲۹ ہجرت تواریخ میں حضرت میاں صاحب نے انفرادی رنگ میں ملاقات کا موقع عطا فرمایا۔ اور بذات خود بھی آپ نے احباب جماعت سے اُن کے گھروں پر ملاقات کی۔

۳۰ ہجرت کو جمعہ کا روز تھا۔ حضرت میاں صاحب نے مسجد احمدیہ حیدرآباد میں نماز جمعہ پڑھائی۔ پُرلطف خطبہ دیا، جس میں آپ نے واضح فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کی بنیادی غرض اشاعت اسلام کا کام تھا۔ چنانچہ آپؑ اور آپؑ کے خلفائے کرام کی زندگیاں صرف اور صرف اس مقصد کے لئے وقف تھیں۔ ہمیں بھی اسی نہج پر اپنے روزمرہ کے پروگرام کو ڈھالنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا جن جن جماعتوں میں مَیں گیا ہوں وہاں مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کے تازہ ارشادات کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی ہے۔ مثال کے طور پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مسلسل خطبات کے ذریعہ قرآن مجید پڑھنے، پڑھانے اور عمل کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ سو آپ کو اگر اپنی نسل کی حفاظت کرنی ہے، ان کے اعمال اور ماحول کو درست کرنا ہے تو صرف قرآن مجید ہی اُن کی رہنمائی کر سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو قرآن مجید کو عزت دیں گے وہی خدا تعالیٰ کے پاس عزت دیئے جائیں گے۔ دُنیا آج تباہی کی طرف جا رہی ہے۔ اور نجات ہمیں قرآن مجید ہی کے ذریعہ مل سکتی ہے۔ اور حقیقی امن و سکون قرآن کریم ہی کے ذریعہ میسر آ سکتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ قرآن مجید کو مہجور کی طرح چھوڑ دیں گے وہ گھاٹے میں رہیں گے۔ اسلئے اپنے پیارے امام کے ارشادات کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ اس میں بڑی حکمت ہے۔ دنیا والوں کے پاس دنیوی دولتیں اور حکومتیں ہیں، ہم اس میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لیکن ہمارے پاس قرآن کریم کی بڑی دولت اور رُوحانی حکومت ہے۔ جو غیروں کو میسر نہیں۔ تمام برکتیں اور رحمتیں قرآن سے وابستہ ہیں۔ پس اس موقع پر حضور کے پیغام کو آپ تمام بھائیوں بہنوں کے سامنے پیش کرتے ہوئے خواہش کرتا ہوں کہ ہر حال میں قرآن مجید کی تعلیم کو عام کریں اور قرآن مجید کے پڑھنے اور پڑھانے کی طرف خاص توجہ دیں۔

آخر میں آپ نے فرمایا کہ جس مقصد کے لئے مَیں نے یہ سفر اختیار کیا ہے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس میں خاطر خواہ کامیابی عطا فرمائے احمدیہ جوبلی ہال جس کو ہم سالہا سال استعمال کرتے رہے ہیں اور آئندہ بھی کریں گے۔ اس کی تعمیر کے لئے زیادہ سے زیادہ حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

۳۱ ہجرت کو پروگرام کے مطابق حضرت میاں صاحب یادگیر تشریف لے گئے اور ۲ احسان کو واپسی کا پروگرام تھا۔

حضرت میاں صاحب کی آمد سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے جماعت ہائے احمدیہ حیدرآباد و سکندرآباد کی جانب سے ایک پکنک کا پروگرام بمقام ڈاک بنگلہ حمایت ساگر ترتیب دیا گیا تھا۔ اس میں سو (۱۰۰) سے زائد خدام اور انصار شریک تھے۔ حضرت میاں صاحب یادگیر سے واپسی پر سیدھے پکنک کے مقام پر تشریف لائے۔ دوپہر کے کھانے سے قبل مختلف خدام نے دُرِّثمین اور کلامِ محمود سے دینی نظمیں سنائیں۔ اس موقع پر احباب نے مصری قاریوں کی قرأت جو ٹیپ ریکارڈ کی ہوئی تھی سماعت فرمائی۔ اور محظوظ ہوئے۔

دوپہر کے کھانے اور نماز کے معاً بعد حضرت میاں صاحب نے خدام کو مخاطب فرمایا۔ آپ نے فرمایا جہاں جہاں گاندھی کی لوگ تعریف کرتے ہیں وہاں اعتراض کرتے ہیں کہ ملک اور قوم کو جس راہ پر چلانا چاہیئے تھا وہ نہیں کیا گیا۔ آج ملک میں جو بے چینی پھیلی ہوئی ہے اسی کا باعث ہے۔

قوموں کے اندر یہ طبقہ جو ۱۵ سے ۴۰ سال تک کا ہے ایک اہم رول ادا کرتا ہے۔

(باقی دیکھیں صفحہ ۹ پر)

جلسہ سالانہ قادیان

بتاریخ ۱۸، ۱۹، ۲۰ فتح ۱۳۴۸ ہش بمطابق ۱۸-۱۹-۲۰ دسمبر ۶۹ء منعقد ہوگا

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری اور اجازت سے امسال قادیان میں جلسہ سالانہ قادیان کے انعقاد کی تاریخیں ۱۸-۱۹-۲۰ فتح ۱۳۴۸ ہش یعنے ۱۸-۱۹-۲۰ دسمبر ۱۹۶۹ء رکھی گئی ہیں — جملہ پریذیڈنٹس امراء۔ عہدیداران جماعت ہائے احمدیہ اور مبلغین سے درخواست ہے کہ احباب کو جلسہ سالانہ قادیان کی تاریخوں سے مطلع کیا جائے۔ تاکہ احباب زیادہ سے زیادہ تعداد میں ۱۸-۱۹-۲۰ فتح (دسمبر) کی تاریخوں میں جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت کرکے اس عظیم الشان رُوحانی اجتماع کی برکات سے مستفید ہو سکیں ؛

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

ملک صلاح الدین ایم اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر: صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

ہفت روزہ بدر قادیان!
مورخہ ۳ر وفاء ۱۳۴۸ ہش

جب "علماء" دانشمندی کا ثبوت نہ دے سکے!

آج سے ایک صدی پہلے "علماء" دانشمندی کا ثبوت نہ دے سکے"۔ یہ ہے علماء کی نسبت وہ نقطۂ نظر جو اخبار "الجمعیۃ" دہلی کے جمعہ ایڈیشن مجریہ ۱۳ر جون ۶۹ء میں، بانی آریہ سماج پنڈت دیانند سرسوتی کا ایک واقعہ نقل کرکے اس وقت کے حالات کا موازنہ کرتے ہوئے ظاہر کیا گیا۔ اس حقیقت بیانی سے ایک صدی پیچھے کے علماء کی اس ناقابل تلافی غلطی کی نشان دہی ہوتی ہے جس کا احساس اُن کی تیسری نسل کو اب ہوا ہے۔ جب بعض تلخ نتائج ایک واضح حقیقت کی شکل میں منصۂ شہود میں آرہے ہیں۔

علماء کی اُس وقت کی کوتاہ اندیشی اور بے بصیرتی، اسلام اور اہلِ اسلام کے حق میں کیسی نقصان دہ ثابت ہوئی، آپ الجمعیۃ ہی کے الفاظ میں دُوسری جگہ ملاحظہ فرمائیں۔

فاضل مُدیر کے مدلّل جائزہ سے بطور نتیجہ جن باتوں کا ثبوت ملتا ہے وہ ترتیب وار یہ ہیں:۔

(۱) ۔ سو سال قبل انگریزی راج میں ہر شخص کو مذہبی پرچار کی پُوری آزادی حاصل تھی۔

(۲) ۔ بانیٔ آریہ سماج پنڈت دیانند سرسوتی نے اس پُرامن ماحول کو ہندو مذہب کے پرچار کیلئے استعمال کیا۔

(۳) ۔ مُسلم علماء نے (جو ہر زمانہ میں مسلمانوں کے لیڈر سمجھے جاتے رہے ہیں) اسلام کی تبلیغ و توسیع کے اہم مسئلہ کی طرف مطلق توجہ نہ دی ——— بلکہ ——

(۴) ۔ اُن کی قومی جد وجہد کا رُخ انگریزوں کو اس ملک سے نکال دینے کی طرف مرکوز رہا۔ جو فاضل مُدیر کے نزدیک غیر اہم تھا —— کیونکہ ——

(۵) ۔ سو سال بعد اس وقت کی جد وجہد کے جو نتائج سامنے آئے وہ فاضل مُدیر کے نزدیک اسلام اور اہلِ اسلام کے لئے غیر اہم تھے۔

(۶) ۔ اس طرح سو سال قبل مُسلم قیادت (جس سے مراد بہر حال مسلم علماء ہی ہیں) نے مستقبل کے لحاظ سے دانشمندی کا ثبوت نہ دیا اور نہ ہی اس سے ان کی بصیرت کا ثبوت ملا۔

اِن تسلیم شُدہ شش پہلو نکات کا مثبت پہلو یہ بھی ہے کہ ——— سو سال پہلے انگریزی راج کے پُرامن ماحول سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جس نے اسلام کا کامیاب دفاع کیا اور واضح صورت میں اسلام کی تبلیغ و توسیع کی مہم چلائی، اس کا اقدام وقت کی عین ضرورت اور دانشمندانہ اقدام تھا اور کامل بصیرت کا حامل تھا۔ اس کے برعکس جو لوگ اُس کی اس جد وجہد میں مخالفت کرتے رہے ان کا یہ فعل جہاں مستقبل کے لحاظ سے اسلام اور اہلِ اسلام کے لئے نقصان دہ تھا وہاں اُن کی بے بصیرتی اور غیر دانشمندی کا بھی آئینہ دار تھا۔

اب آئیں اِس اجمال کی تفصیل سو سالہ پہلے کے تاریخی واقعات اور ثابت شدہ حقائق سے معلوم کریں۔

سو سالہ قبل کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ پنڈت دیانند سرسوتی کے واقعہ کے ضمن میں جس زمانہ کا ذکر کیا گیا ہے یہی وہ زمانہ ہے جب مقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ، اسلام کے بطلِ جلیل کے طور پر اُن تمام مخالفینِ اسلام کے مقابلہ کے لئے سینہ سپر ہو گئے جو ہر طرف سے اسلام پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ اُن کے حملے ایسے خطرناک تھے کہ "علماء" ہر میدان میں مخالفین کے سامنے دبے جا رہے تھے۔

اسی زمانہ میں مقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی شہرۂ عالم تصنیف "براہینِ احمدیہ" شائع ہوئی۔ اِس سے مخالفین کے کیمپ میں کھلبلی مچ گئی۔ تمام وہ قوتیں جو چاروں طرف سے اسلام پر جھپٹ پڑی تھیں اور اسلام کو کمزور شکار سمجھ کر نوچ لینا چاہتی تھیں کتاب براہینِ احمدیہ کی اشاعت سے ان سب کے دانت کھٹے ہوگئے۔ کسی میں ہمّت نہ ہوئی کہ اسلام کے اس بطلِ جلیل کے مقابلہ پر آئیں۔ اور اس کی طرف سے دئے گئے زبردست چیلنجوں کو قبول کرسکیں۔ یہی وہ کتاب ہے جس کے مصنّف نے پکار کر کہا:۔

"سب صاحبوں کو قسم ہے کہ ہمارے مقابلہ پر ذرا توقف نہ کریں۔ افلاطون بن جاویں بیکن کا اوتار دھار لیں۔ ارسطو کی نظر اور فکر لاویں۔ اپنے مصنوعی خداؤں کے آگے استمداد کے لئے ہاتھ جوڑیں۔ پھر دیکھیں جو ہمارا خدا غالب آتا ہے یا آپ لوگوں کے الٰہہ باطلہ۔" (براہینِ احمدیہ حصّہ دوم سرورق صفحہ ۳، ۴)

اِس عظیم القدر کتاب کی اشاعت پر فرقہ اہلِ حدیث کے لیڈر جناب ابوسعید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السُّنۃ میں ایسا زوردار ریویو لکھا جو قریباً دو سو صفحات پر محیط تھا۔ اِس میں اس کتاب کو اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں اپنی نوعیت کی واحد اسلامی خدمت قرار دیا۔ اس مبسوط ریویو کی چند سطور ملاحظہ ہوں۔ مولوی صاحب موصوف کا یہ تاریخی تبصرہ ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے:۔

"ہماری رائے میں یہ کتاب اِس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔ اور آئندہ کی خبر نہیں۔ لعلّ اللّٰہ یحدث بعد ذٰلك امرًا۔ اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی وجانی وقلمی ولسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتادے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفینِ اسلام خصوصاً فرقہ آریہ و برہم سماج سے اِس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصارِ اسلام کے نشان دہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی وجانی وقلمی ولسانی کے علاوہ حالی نُصرت کا بھی بیڑہ اٹھالیا ہو۔ اور مخالفینِ اسلام اور منکرینِ الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدّی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جس کو وجودِ الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آکر تجربہ و مشاہدہ کرلے اور اس تجربہ و مشاہدہ کا اقوامِ غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو۔"

تبصرہ کے آخری الفاظ یہ تھے:۔

"مؤلف براہین احمدیہ نے مسلمانوں کی عزت رکھ دکھائی ہے اور مخالفینِ اسلام سے شرطیں لگا لگا کر تحدّی کی ہے اور یہ منادی اکثر رُوئے زمین پر کردی ہے کہ جس شخص کو اسلام کی حقانیت میں شک ہو وہ ہمارے پاس آئے اور اس کی صداقت دلائلِ عقلیہ قرآنیہ و معجزات نبوتِ محمّدیہ سے (جس سے وہ اپنے الہامات و خوارق مراد رکھتے ہیں) بچشمِ خود ملاحظہ کرلے۔" (اشاعۃ السُّنہ جلد ۷ نمبر ۶)

نہ صرف یہ بلکہ جماعتِ احمدیہ کے حالیہ شدید نکتہ چین مولوی سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنی مایۂ ناز کتاب "قادیانیت" میں بھی براہین احمدیہ کی تصنیف و اشاعت کا ذکر کیا ہے۔ اِس سے بہت سی صداقتوں کا واضح الفاظ میں اعتراف نکلتا ہے۔ اگرچہ ندوی صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں اسے سیاسی رنگ دینے کی کوشش کی ہے۔ لیکن جس نقطۂ نظر سے الجمعیۃ کے فاضل مُدیر نے اُس وقت کے حالات کا مثبت پہلو سے جائزہ لیا ہے، جناب ندوی صاحب کا بیان بعض خاص پہلوؤں سے غیر شعوری طور پر حقیقت الامر کا آئینہ دار بن کر ایک زندہ گواہ بن گیا ہے۔ بیان میں خط کشیدہ فقرات خاص طور پر قابلِ غور ہیں۔ مولوی ابوالحسن علی صاحب ندوی اپنی کتاب "قادیانیت" میں براہین احمدیہ کی تصنیف و اشاعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"یہ دَور مذہبی مناظروں کا دَور تھا اور اہلِ اسلام کے طبقہ میں سب سے بڑا ذوق مقابلۂ مذاہب اور مناظرۂ فِرق کا پایا جاتا تھا .... عیسائی پادری مذہب مسیحیّت کی تبلیغ و دعوت اور دینِ اسلام کی تردید میں سرگرم تھے۔ حکومتِ وقت جس کا سرکاری مذہب مسیحیت تھا ان کی پشت پناہ اور سرپرست تھی۔ وہ ہندوستان کو یسوع مسیح کا عطیہ اور انعام سمجھتی تھی دُوسری طرف آریہ سماجی مبلّغ جوش و خروش سے اسلام کی تردید کر رہے تھے۔ انگریزوں کی مصلحت (جو ۱۸۵۷ء کی متحدہ کوشش اور ہندوستان کے اتحاد کی چوٹ کھا چکے تھے) یہ تھی کہ ان مناظرانہ سرگرمیوں کی ہمّت افزائی کی جائے۔ اِس لئے کہ ان کے نتیجہ میں ملک میں ایک کشمکش اور ذہنی و اخلاقی انتشار پیدا ہوتا تھا اور تمام مذاہب اور فرقوں کو ایک ایسی طاقتور حکومت کا وجود غنیمت معلوم ہوتا تھا جو ان سب کی حفاظت کرے اور جس کے سایہ میں یہ سب امن و امان کے ساتھ مناظرہ و مباحثہ کرتے رہیں۔ ایسے ماحول میں جو شخص اسلام کی مدافعت اور مذاہبِ غیر کی تردید کا علم بلند کرتا وہ مسلمانوں کا مرکزِ توجہ و عقیدت بن جاتا۔

مرزا صاحب کی حوصلہ مند طبیعت اور دُور بین نگاہ نے اس میدان کو اپنی سرگرمیوں کے لئے انتخاب کیا (نہیں بلکہ قدرتِ حق نے اپنی حکمتِ کاملہ کے تحت حمایتِ اسلام کے لئے آپ کو کھڑا کر دیا۔ بدر) انہوں نے ایک بہت بڑی ضخیم کتاب کی تصنیف کا بیڑہ اٹھایا ہے جس میں اسلام کی صداقت، قرآن کے اعجاز اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی نبوّت کو بدلائلِ عقلیہ ثابت کیا جائے گا۔ اور بیک وقت مسیحیّت، سناتن دھرم، آریہ سماج اور برہمو سماج کی تردید ہوگی۔ انہوں نے اِس کتاب کا نام براہینِ احمدیہ تجویز کیا ...... معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے بہت سے علمی و دینی حلقوں میں اِس کتاب کا پرجوش استقبال کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب بہت صحیح وقت پر

(باقی دیکھیں صلا پر)

قرآن کریم کی رُو سے انسان کی پیدائش کی غرض یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور صرف اُسکا بندہ بنے

مُخلِصِینَ لَہُ الدِّینَ میں اللہ تعالیٰ نے عبادت کے وسیع مفہوم اور اس کے مختلف تقاضوں پر روشنی ڈالی ہے

شیطان جن چور دروازوں سے داخل ہوتا ہے انہیں بند کرکے اور خالصتہً نیک اعمال بجا لانے سے ہی عبادت کا حق ادا ہوتا ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۸ شہادت ۱۳۴۸ ہش بمقام مسجد مبارک ربوہ

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے یہ قرآنی آیات پڑھیں:-

وَ ذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ

(الذٰریٰت ۵۶-۵۷)

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ وَ یُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ وَذٰلِکَ دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ (البیّنۃ)

اس کے بعد فرمایا:-

سورۂ ذاریات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگرچہ نصیحت اور یاد دہانی سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ایمان کے قبول کرنے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا کرے لیکن پھر بھی تم

تمام بنی نوع انسان کو نصیحت

کرتے چلے جاؤ۔ انہیں یہ بات سمجھاتے چلے جاؤ۔ کہ انسان کی پیدائش کی غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اور انسان صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ بنے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا کیا مفہوم ہے؟ یعنی یہ جو حکم دیا گیا ہے کہ چونکہ پیدائش انسانی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے اور ہر انسان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی چاہیئے تاکہ مقصدِ حیات حاصل ہو۔ اس آیت کریمہ میں "عبادت" کا جو لفظ استعمال کیا گیا ہے اللہ کے نزدیک اور شریعت اسلامیہ کی رُو سے اس کے کیا معنی ہیں؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ بیّنہ میں فرمایا کہ انہیں صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں۔ دین کو محض اور محض اللہ کے لئے خالص کرتے ہوئے اس فقرہ یعنی مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ میں اللہ تعالیٰ نے عبادت کے اس مفہوم پر روشنی ڈالی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے کہ

انسان کی پیدائش کی غرض اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے

مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ پر جب ہم غور کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ لغت کی رُو سے الدّین مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے جن میں سے میرے خیال میں مندرجہ ذیل گیارہ معانی یہاں چسپاں ہوتے ہیں۔ دین کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ "عبادت کرنا" الدّین العبادۃ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے جب یہ کہا کہ انسان اللہ کی عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو میرا مطلب اس سے یہ ہے کہ ہر قسم کی عبادت اور پرستش صرف اور صرف اللہ کے لئے ہو اور اللہ ہی کی عبودیت اختیار کی جائے۔ انسان اپنی

جہالت اور گمراہی کے نتیجہ میں

بسا اوقات اپنی پرستش میں غیر اللہ کو بھی شامل کر لیتا ہے اور غیر اللہ کی یہ عبادت بعض دفعہ ظاہری ہوتی ہے، بعض دفعہ خفیہ اور باطنی ہوتی ہے۔ مثلاً بعض لوگ انسان کی پرستش شروع کر دیتے ہیں اس کی عبادت کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور منتیں ماننے لگ جاتے ہیں یا بے جان مخلوق کی پرستش شروع کر دیتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح وہ اس مخلوق کو خوش کرکے یا ان کی وساطت سے اللہ خالق ہر دو جہان کو خوش کر کے کوئی فائدہ اٹھا لیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تمہیں اس لئے پیدا کیا ہے کہ

ہر قسم کی عبادات

صرف میری ہی کی جائیں اور میرے غیر کو عبادت اور پرستش میں شریک نہ کیا جائے۔ یعنی توحید خالص ہو۔ (۱) خدا تعالیٰ کو اپنی ذات میں ہر ایک شریک سے (خواہ بت ہو یا انسان سورج ہو یا چاند۔ یا اپنا نفس یا اپنی تدبیر اور مکر و فریب ہو) منزّہ سمجھنا۔ و...... اور الوہیت کی صفات بجز ذاتِ باری کسی میں قرار نہ دینا۔ اور جو بظاہر رب اور فیض رسان نظر آتے ہیں انہیں اسی کے ہاتھ کا ایک نظام یقین کرنا۔

دین کے دوسرے چسپاں ہونے والے معنے کی رُو سے مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ کے دوسرے معنے یہ ہیں کہ اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کو صرف اللہ کے لئے خالص کر دو۔ کیونکہ الدّین کا لفظ الطّاعۃ کے معنے میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ صرف عبادات ہی کو اللہ کے لئے خالص نہیں کرنا بلکہ اطاعت اور فرمانبرداری کو بھی اللہ کے لئے خالص کر دینا ہے یعنی محبت و اطاعت وغیرہ شعار عبودیت میں دوسرے کو خدا تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرانا اور اسی میں کھوئے جانا۔ یہ بہت وسیع مضمون ہے۔ اگر ہم

اپنی زندگیوں کا محاسبہ کریں

تو ہمیں اپنی زندگی میں بہت سے واقعات ایسے نظر آئیں گے جب ہم نے اللہ کی اس خالص اطاعت کا حق ادا نہیں کیا ہوگا مثلاً ہم قانون کی اطاعت اس نیت سے نہیں کر رہے ہوں گے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ قانونِ وقت کی اطاعت کرو بلکہ اس لئے کر رہے ہوں گے کہ اگر ہم نے قانونِ وقت کی اطاعت نہ کی تو ہمیں مصیبت میں پڑنا پڑے گا۔ یعنی دنیا کی مصیبت سے بچنے کے لئے وہ اطاعت ہے۔ اللہ کی رضا کے حصول کیلئے وہ اطاعت نہیں۔ تو نیت کی بیماری اور نیت کی کمزوری اور نیت کی جہالت ہمیں اپنی زندگی میں بھی نظر آتی ہے۔ اور ہمارے ماحول میں تو یہ چیز بڑی کثرت سے نظر آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے جس عبادت خالصہ کے لئے تمہیں پیدا کیا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کو خالصتہً اللہ کے لئے کرو۔ اور

اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ

کی اطاعت نہ کرو۔ اس طرح پر ایک تو انسان ہر قسم کی غلامی سے بچا لیا گیا اور اس کی ہر قسم کی دینی و دنیوی ترقیات کے لئے اور دینی و دنیوی انعامات کے حصول کے لئے ایک ہی غلامی کو کافی سمجھا گیا۔ (جَلّ شَانُہٗ وَعَزَّ اسْمُہٗ) اور اس میں یہ فرمایا گیا ہے اور یہ ہدایت دی گئی ہے کہ جس بندگی اور عبادت کے لئے تمہیں پیدا کیا گیا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم صرف اور صرف اللہ کے غلام اور بندے بنو۔ کسی اور کی اطاعت نہ ہو۔ کسی اور کے لئے اطاعت نہ ہو۔ کسی انسان کو خوش کرنے کے لئے فرمانبرداری کا اظہار نہ ہو۔ ہر قسم کی اطاعت اور فرمانبرداری اللہ تعالیٰ کی اور اس کی رضا کے حصول کے لئے ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ کی اطاعت بھی بیرونی دباؤ کے نتیجہ میں نہ ہو۔ مثلاً جس وقت بچہ اپنے بالغ شعور کو نہیں پہنچا تاہم نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اس عمر میں اس پر دباؤ ڈالتے ہیں کہ نماز پڑھو آپؐ نے فرمایا کہ اگر بچہ دس سال کا ہو جائے تو اس پر دباؤ ڈال کر اس سے نماز پڑھوانی چاہیئے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ نماز پڑھانے کے لئے بیرونی دباؤ کی اجازت دی گئی ہے غلط ہے۔ کیونکہ دس سال کے بچے کو کوئی بالغ شعور ہی نہیں ہوتا۔ وہ اللہ کے حضور عاجزانہ دعا کے لئے علیٰ وجہ البصیرت جھکنے کی بلوغت کو ابھی نہیں پہنچا ہوتا جس کا مطلب یہ ہوا کہ دس سال کے بچے کو تو ہم نے اس پر دباؤ ڈال کر نماز پڑھوانی ہے اور دس سال کی عمر سے لیکر بلوغتِ صلوٰۃ کی عمر تک جو درمیانی عرصہ ہے اس میں اسے وہ تعلیم اسلامی اور صحیح تربیت ملنی ہے کہ اس کے دل میں

نماز کی محبت اور شوق

پیدا ہو اور دلی شوق سے وہ نماز پڑھنے لگے۔ اس لئے نہیں کہ اس کے باپ نے دس سال کی عمر میں اسے زبردستی نماز پڑھائی تھی بلکہ اس لئے کہ وہ اس یقین پر قائم ہو چکا ہوگا کہ نماز کے بغیر، صلوٰۃ کے بغیر، عاجزانہ گریہ وزاری کے ساتھ خدا کے حضور جھکنے اور اسی سے ہر شئے طلب کرنے کے بغیر میری زندگی زندگی نہیں۔

اگر ہم یہ روح جو نماز کی ہے اور دعا کی ہے اپنے بچے کے اندر پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں یا کامیاب نہ ہوں تو ہمیں یہ نظارہ نظر آئے گا کہ ایک تو وہ بچہ ہے جسے دس سال کی عمر میں بوجہ شعور، علم اور ذہنی ارتقار کے فقدان کے ہم زبردستی نماز پڑھاتے ہیں لیکن جس وقت وہ بالغ ہوتا ہے تو بعض دنیوی و روحانی نعمتوں کے حصول کے میدان میں وہ اپنے باپ سے بھی مقابلہ کر رہا ہوتا ہے اور اپنے عاجزانہ مجاہدہ کو اپنے باپ سے بھی آگے بڑھانے کی کوشش کرتا ہے یعنی ایک قسم کا روحانی مقابلہ سا شروع ہو جاتا ہے تو وہی بچہ جس پر دس سال کی عمر میں نماز کیلئے دباؤ ڈالا گیا تھا وہ ہر قسم کے دباؤ سے آزاد ہو کر خدا تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور جھکتا اور اسی سے دعائیں مانگتا ہے۔

لیکن مسلمان کے گھر میں پیدا ہونے والا ایک بچہ وہ بھی ہے کہ دس سال کی عمر میں ہم نے اس پر دباؤ ڈالا۔ اور نماز پڑھائی۔ لیکن خدا تعالیٰ کی طرف سے

صحیح تربیت کی ذمہ داری

جو ہم پر عاید کی گئی تھی وہ ذمہ داری ہم نے پوری نہیں کی۔ وہ دباؤ کے نیچے نماز پڑھتا رہا۔ اور کسی موقع پر بھی ہم نے اس کو یہ نہیں سمجھایا یا اسے سمجھانے کا جواب نہیں ہوتے کہ دعا میں ہی انسان کی ساری زندگی ہے۔ اور اگر انسان ہر وقت دعا اور ذکر الٰہی میں مصروف رہے تبھی وہ دینی و دنیوی نعمتوں کا وارث بنتا ہے۔ چونکہ ہم نے اس کی اس رنگ میں تربیت نہیں کی اس لئے جس وقت وہ بالغ ہوتا ہے اور اس دباؤ سے آزاد ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو مسجد سے بھی آزاد سمجھ لیتا ہے پھر وہ نماز کی طرف توجہ ہی نہیں کرتا ماں باپ کہتے ہیں کہ ہم بڑے بد قسمت ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اس بد قسمتی کا چشمہ تو تمہاری اپنی غلط تربیت ہے۔ ہم یہ سمجھ لیا کہ صرف دباؤ ڈالنا ہی کافی ہے اور یہ نہیں سمجھا کہ دباؤ ڈالنے سے تمہارا مقصد یہ تھا کہ ایک نیم شعوری سی عادت پڑ جائے اور تمہیں ایک موقع دیا گیا تھا کہ تم اپنے بچے کی صحیح رنگ میں تربیت کر کے صحیح شوق پیدا کر دو گے کہ وہ نمازیں ادا کرنے لگ جائے لیکن تم نے وہ موقع ہاتھ سے کھو دیا۔

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ ہی کیلئے اطاعت کو اور فرمانبرداری کو خالص رکھنا۔ کسی قسم کے دباؤ کے نتیجہ میں اس کی اطاعت اور فرمانبرداری نہیں کرنی۔ کیونکہ اس صورت میں تو وہ بغیر تمہیں اگر اس کی طاقت ہوا اس فرمانبرداری کی جزا دے گا جس کے ذریعہ یا جس کو خوش کرنے کے لئے تم نے ظاہرۃً اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی۔ لیکن اس وجود میں یہ طاقت نہیں۔ تمہارا فعل بے نتیجہ نکلے گا۔ اور تمہیں کوئی اچھا بدلہ نہیں ملے گا۔

اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے جیسا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

اس آیت کی تفسیر

میں بیان فرمایا ہے کہ بہت سی غیر اللہ کی اطاعتیں ہمیں ایسی بھی نظر آتی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ مثلاً خدا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرو گے تو میرے محبوب ہو گے۔ آپ کے اسوہ کو اپنی زندگیوں میں قائم کرو گے۔ تم آپ کا رنگ اپنے اوپر چڑھاؤ گے تو میرے محبوب ہو گے۔ ایسی اطاعتیں جو بظاہر ایک اور رنگ رکھتی ہیں وہ بھی دینی جامہ پہن لیں گی۔ اگر تم اس اطاعت کو اس لئے کرو کہ اللہ کہتا ہے اطاعت کی جائے اور جہاں اللہ نہ کہتا ہو وہاں اطاعت نہ کرو مثلاً خدا تعالیٰ کہتا ہے ماں باپ کی اطاعت کرنی ہے ان کا ادب و احترام کرنا ہے۔ یہ خدا کا حکم ہے لیکن جو شخص خدا کے حکم کے نتیجہ میں ماں باپ کی اطاعت کرتا ہے اور اس اطاعت اور فرمانبرداری اور ادب و احترام کے پیچھے یہ روح کام نہیں کر رہی ہوتی کہ میرا باپ مجھے مال دیگا یا ورثہ میں شاید مجھے دوسرے بھائیوں سے زیادہ حق دے دے۔ بلکہ روح یہ ہوتی ہے کہ

میرا رب کہتا ہے

کہ اپنے ماں باپ کی اطاعت کرو۔ ان کا احترام کرو۔ اس لئے میں اطاعت کرتا ہوں اور مجھے اس کا ثواب ملے گا۔ بعض جاہل ماں باپ اس سلسلہ میں اپنی اولاد کو امتحان میں بھی ڈال دیتے ہیں۔ کہتے ہیں شرک کرو۔ خدا کہتا ہے کہ اگر ماں باپ کہیں کہ شرک کرو تو شرک نہیں کرنا۔ ایسی اطاعت نہیں کرنی۔ ان کے ساتھ نرمی محبت اور پیار کا سلوک کرنا ہے۔ ادب و احترام کرنا ہے۔ لیکن ماں باپ کے کسی ایسے حکم کی اطاعت نہیں کرنی جو اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف ہو اور اس کی ناراضگی مول لینے والا ہو۔

پس مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ میں اگر الدِّيْن کے معنے اطاعت کے کئے جائیں تو اس کا مفہوم یہ نکلے گا کہ ہم نے انسان کو اپنے لئے پیدا کیا کہ وہ ہماری عبادت کرے اللہ اور اس کے بندوں کی اطاعت و فرمانبرداری صرف اس لئے ہو کہ اللہ کی رضا کو حاصل کرنا ہے۔ اللہ کی فرمانبرداری اس لئے نہ ہو کہ دنیا ہمیں بڑا بزرگ سمجھے گی اور

بندے کی فرمانبرداری

اس لئے ہو کہ خدا کہتا ہے کہ اس کی فرمانبرداری کرو۔ اگر وہ قادر و توانا کہتا کہ ان کی فرمانبرداری نہ کرو تو نہیں کریں گے۔ ماں باپ کی بھی اطاعت نہیں کریں گے اگر وہ معروف کا حکم نہ دیں۔ اگر وہ شرک کی طرف لے جائیں۔

خدا تعالیٰ کی عبادت کرو اسی کے لئے ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اس کے ایک معنی مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ میں ہمیں یہ بتائے گئے ہیں کہ اللہ کے اخلاق کا رنگ اپنے پر چڑھاؤ کیونکہ دین کے معنی سیرت کے ہیں تو مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کے معنی یوں گے کہ اپنی صفات پر صفات باری کا رنگ چڑھاؤ۔ اور ان کے اظہار کو محض اللہ کے لئے اسی کی سیرت میں اور اسی کی صفات سے رنگین ہو کر کرو۔ گویا اس میں تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کا مفہوم ہے کہ اللہ کے اخلاق اور اس کی صفات کا رنگ اپنی سیرت اور اخلاق پر چڑھاؤ۔ مثلاً اگر تم اپنے اخلاق پر مغربیت کا رنگ چڑھاؤ گے۔ اگر تم اپنے نفس پر اسراف کرنے والوں کا رنگ چڑھاؤ گے۔ اگر تم اپنے نفس پر بخل کرنے والوں کا رنگ چڑھاؤ گے تو پھر تم خدا کی خالص عبادت کرنے والے نہیں۔ تمہارا تعلق محبت ان لوگوں سے ہے جن کے رنگ میں تم رنگین ہونا چاہتے ہو۔ اگر تمہارے دل میں اللہ کی خالص محبت اور بلحاظ دین ہو تو پھر تو تم اسی کی نقل کرو گے۔ اسی کے اخلاق کو اپناؤ گے۔ اگر

انسان اللہ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرے

تو اس کا ہمارے معاشرہ میں بڑا حسین نتیجہ نکلتا ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ یہ بھی بڑا وسیع مضمون ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ رزاق ہے۔ اسی رنگ میں انسان کو جس حد تک خدا تعالیٰ نے اسے توفیق دی ہے رزاق بننا چاہیئے۔ اب اللہ تعالیٰ رزاق ہے ابو جہل کو بھی رزق دے رہا تھا۔ اس کو بھوکا نہیں مارا بلکہ ایک وقت میں مسلمانوں کو بھوک کے امتحان میں سے گزارا۔ اور ان پر سختیاں آئیں۔ مگر ان لوگوں کو اس زمانہ میں اس امتحان میں نہیں ڈالا پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنا انتقام لیا اس وقت مکہ والوں کو قحط کے امتحان میں ڈالا اور مومن اور کافر میں ایک امتیاز پیدا کیا۔ کہ جب ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کو طاقت ملی انہوں نے مسلمانوں کو بھوکا رکھا اور ان کے لئے قحط کے آثار پیدا کئے۔ لیکن جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کو طاقت ملی آپ کسی کو بھوکا نہیں رکھ سکتے تھے۔ کیونکہ یہ بات خدا تعالیٰ کی سنّت اور اس کے اخلاق اور صفات کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ان کے اخلاق ظاہر ہونے چاہئیں کہ واقعہ میں میری صفات سے متصف اور میرے ہم رنگ بن رہے ہیں۔ خدا نے مکہ والوں کے لئے آسمانی حوادث کے نتیجہ میں قحط کے آثار پیدا کئے اور پھر وہ جن کے لئے مکہ والوں نے قحط کے سامان پیدا کئے تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے مکہ والوں کے لئے رزق کے سامان کئے

پھر ہم مثلاً جزا دیتے ہیں۔ بدلہ دیتے ہیں یا سزا دیتے ہیں۔

جزا سزا دونوں اکٹھے چلتے ہیں

بعض دفعہ ہمیں گھر میں بچوں کو سزا دینی پڑتی ہے۔ کان کھینچنے پڑتے ہیں۔ جو منصف ہوں ان کو اپنے عہدے کی وجہ سے کسی نتیجہ پر پہنچ کر فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔ سزا دینی پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری صفت مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ جس رنگ میں اس دنیا میں ظاہر ہو رہی ہے وہی رنگ اپنے اندر پیدا کرو۔ جب تمہیں مالک بننے کی توفیق یا موقع ملے تو اس وقت اس بات کا خیال رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بڑی وضاحت سے فرمایا ہے کہ ہم تو عذاب اس لئے دیتے ہیں کہ یہ شیطان سے اپنا تعلق توڑ دیں۔ اور

اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق

قائم کریں اور اس طرح یہ وہ خدا تعالیٰ کی رحمت کے وارث بنیں۔ یعنی عذاب کا مقصد بھی رحمت کے حصول کا امکان پیدا کرنا ہوتا ہے۔ یوں غصے سے کسی کو سزا نہیں دینی چاہیئے۔ بعض دفعہ یہاں سکول ماسٹروں کو بھی بڑی سختی سے سمجھانا پڑتا ہے کہ بچوں کو سزا دیتے وقت غصے کا اظہار نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ اپنے رب کی صفت کے مطابق اصلاح کا خیال رکھا جائے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص نے تم پر بڑا ہی ظلم کیا ہو خواہ ظلم کی انتہا ہی کیوں نہ ہو گئی ہو اگر تم یہ دیکھو کہ معاف کرنے میں اس کی اصلاح ہے تو تم اسے معاف کر دو۔ اپنے سارے جذبات اور احساسات کو خدا کے لئے قربان کر کے اسی کی صفات کا رنگ اپنے پر چڑھاؤ۔

پس یہ ایک وسیع مضمون ہے جو ہماری کتب میں بیان ہوا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس پر بڑی

تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ جب میں نے یہ کہا کہ میں نے انسان کو

اپنی عبادت اور عبودیت

کے لئے پیدا کیا ہے تو میرا یہ مطلب بھی ہے کہ انسان میری صفات کا رنگ اپنی صفات پر چڑھائے اور میری نقل کرے۔ غیر اللہ کی نقل نہ کرے۔ میری نقل میں اپنی بھلائی سمجھے اور پائے۔ میرے غیر کی نقل میں کوئی بھلائی نہ دیکھے اور نہ پائے اور نہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اب دیکھو! اس نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے دنیا میں کتنا فساد عظیم پیدا ہو گیا۔ اس وقت دنیا میں بعض ایسی قومیں پائی جاتی ہیں جو دنیوی لحاظ سے ترقی یافتہ ہیں۔ انہوں نے اپنی ساری کوششیں دنیا کے لئے وقف کر دیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق اس دنیا سے انہیں حصہ دے دیا اور ساتھ ہی یہ تنبیہ کر دی کہ کہ اُخروی زندگی میں تمہیں کوئی انعام نہیں ملے گا۔ ان تمام ترقیات کے ساتھ ان کے اخلاق کے بعض پہلو نہایت گھناؤنے ہیں بہت سی دوسری قومیں جو ترقی یافتہ نہیں وہ بسا اوقات ان دنیوی لحاظ سے ترقی یافتہ اقوام کی خوبیوں کی طرف اتنی توجہ نہیں دیتیں جتنی ان کی بداخلاقیوں، بداعمالیوں اور بد عادات کی نقل کرنے کی طرف توجہ دیتی ہیں حالانکہ دنیا میں ہمیں کوئی ایسا وجود نظر نہیں آتا جس کے متعلق یہ دعویٰ کیا جا سکے کہ اگر ہم کلی طور پر اس کی نقل کریں گے اور اس کی عادات کو اپنی عادت بنانے کی کوشش کریں گے اس کی صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی سعی کریں گے۔ اس کے اخلاق کا اپنے اخلاق پر رنگ چڑھائیں گے تو ہر پہلو سے ہم دین و دنیا کی حسنات حاصل کریں گے سوائے اس ہستی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے جو انسانوں میں پیدا تو ہوئی لیکن جس کا اپنا وجود کلیۃً اور کاملۃً فنا ہو گیا اور جس پر ہر زاویہ نگاہ سے ہمیں خدا کا رنگ ہی نظر آیا۔ اور جس کے ہر مسام سے ہمیں اللہ تعالیٰ کے نور کی کرنیں ہی پھوٹتی ہوئی نظر آئیں۔ آپ کی نقل کرو یعنی

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو اپنانا

دراصل اللہ تعالیٰ کے اخلاق کو اپنانا ہے کیونکہ آپ کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کے اخلاق کا مظاہرہ کرنے میں گزری

جیسا کہ میں نے بتایا ہے یہ ایک بڑا وسیع مضمون ہے۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ کی جن صفات کا ذکر ہوا ہے ان کو سامنے رکھ کر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر نگاہ ڈالیں تو آپ کو نظر آئے گا کہ آپ کی ذات بہترین اسوہ ہے۔ تو جب ہمیں یہ کہا گیا کہ اگر میرا پیار حاصل کرنا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرو۔ اس کا مطلب یہی ہوا کہ اگر میرا پیار حاصل کرنا ہے تو میرے اخلاق کا رنگ اپنے اندر پیدا کرو کیونکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے وجود سے فانی اور خدا میں ایسے گم تھے کہ آپ کی زندگی میں انسان کو صرف اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے جلوے نظر آتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو جب یہ حکم دیا تو ساتھ ہی اس بات کا بھی اعلان کر دیا کہ کہ میں نے انسان کو یہ طاقت اور استعداد دی ہے کہ وہ میرے اخلاق اپنے نفس میں پیدا کر سکے۔ کیونکہ اگر اس کو یہ طاقت اور استعداد بخشی نہ جاتی تو اس سے مطالبہ بھی نہ ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے انسان! میں نے تجھے اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔ اور اس عبادت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے جن قوتوں اور استعدادوں کی ضرورت تھی وہ میں نے تجھے عطا کیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

کہ میں نے تمہیں اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور میں تم سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ عبادت کا حق پورا نہیں ہوگا جب تک مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ بن کر میری عبادت نہیں کرو گے۔ اور دین کے ایک معنی ورع کے ہیں کہ سب نیکیاں اللہ تعالیٰ کے تقویٰ سے کی جانی چاہئیں۔ شیطان بہت سے نیک اعمال کرنے والوں کے دلوں میں کبھی ریا وغیرہ بہت ساری بری باتیں پیدا کر دیتا ہے (اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے) تو فرمایا کہ تمہیں میری راہ میں نیک اعمال بجا لاتے وقت اس بات کا خیال رکھنا پڑے گا کہ شیطان تمہاری نیکیاں تمہاری ہلاکت کا باعث نہ بنا دے۔ تکبر، ریا خود پسندی اور دوسرے کی تحقیر اور تذلیل کرنے کی عادت وغیرہ بہت سے چور دروازے ہیں جن سے شیطان داخل ہوتا اور انسان کی نیکیوں کو کھا جاتا اور انہیں تباہ کر دیتا ہے۔ تو فرمایا

نیک اعمال بجا لاؤ

کیونکہ اس کے بغیر میری عبادت کا حق ادا نہیں ہوتا۔ اور اس کے بغیر تمہاری روحانی ترقیات کے سامان بھی پیدا نہیں ہو سکتے لیکن اپنی نیکیوں کی مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ہو کر حفاظت کرو۔ ہم نے شرط اس کے لئے نیکیاں کرنی ہیں۔ دکھاوے کے لئے نہیں کرنی ریا نہیں ہوگا۔ تکبر نہیں ہوگا۔ دوسروں کو ذلیل کرنے کا کوئی تصور یا خیال دماغ میں نہیں ہوگا۔ وغیرہ شیطان جن جن دروازوں سے داخل ہوتا اور نیکیوں کو برباد کرتا ہے ان سارے چور دروازوں کو بند کر کے خالصتہً نیک اعمال بجا لانے سے

عبادت کا حق

ادا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے میرے ذہن میں جو مضمون آیا ہے یہ اس کی تمہید تھی جو ابھی ختم نہیں ہوئی۔ کیونکہ بیماری کا ابھی تک میری طبیعت پر اثر ہے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو انشاء اللہ اگلے جمعہ کے خطبہ میں اس مضمون کو پورا کر دوں گا۔ اور پھر اس تمہید کے بعد اس سلسلہ کی دوسری چیزوں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا

اللہ تعالیٰ مجھے بیان کرنے اور آپ کو سمجھنے اور مجھے اور آپ کو عمل کرنے کی توفیق دے

آمین

علاقہ جنوبی ہند کا تبلیغی دورہ بقیہ صفحہ اوّل

اگر ان سے کام لیا جائے تو وہ بہترین صلاحیتوں کا ثبوت دے سکتے ہیں۔ اس کے برخلاف اگر ان کو غلط راہ پر لگا یا جائے تو ظاہر ہے کہ اس کے نتائج ملک و قوم کے لئے تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ آپ نے خدام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ آپ جماعت احمدیہ کی ریڑھ کی ہڈی ہیں آپ میں کمزوری آئے گی تو جماعت میں کمزوری آئے گی۔ اب طاقتور ہوں گے تو جماعت طاقتور ہوگی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے خدام کی تنظیم کا قیام فرمایا۔ اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا کہ اس کو جماعت سے علیحدہ کیا جائے بلکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ جماعت کی وسیع تر تنظیم کے پیش نظر اس طبقہ کے افراد کو علیحدہ کام کرنے کا موقع دیا جائے۔ جماعت کی تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ جماعت کی مختلف تنظیموں نے علیحدہ علیحدہ رنگ میں وہ کام انجام دئے ہیں کہ تاریخ ان کو بھلا نہیں سکتی۔ پس اس چیز کو ہمیشہ یاد رکھیں اسلام اور احمدیت کی ترقی کے لئے زیادہ سے زیادہ آگے بڑھیں اور اپنے اوقات عزیز کو خرچ کر کے دین کی راہ میں کوشاں ہوں۔ جماعت کے عہدہ داروں کو چاہیئے کہ کہ مجلس کے پروگراموں میں دلچسپی لیں اور ان سے مکمل تعاون کرتے ہوئے ان کی حوصلہ افزائی کریں۔ اسی طرح خدام الاحمدیہ کو بھی چاہیئے کہ وقتاً فوقتاً جماعت کے عہدہ داروں کو اپنے پروگرام سے باخبر رکھیں اور ان سے مشورہ کر لیا کریں

دوسری بات جو میں کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ اس قسم کے تفریحی پروگراموں کے پیچھے کیا چیز کارفرما ہونی چاہیئے۔ محض سیر و تفریح ہمارا مقصد نہیں ہونا چاہیئے بلکہ خدا تعالیٰ کی قدرت اور اس کی صناعی پر غور کرنا اور اس کی تسبیح و تحمید کرنا ہمارا نصب العین ہونا چاہیئے۔ مثال کے طور پر پانی کو لیجئے انسان اس سے کتنے بے اندازہ فوائد حاصل کرتا ہے۔ اس کی ماہیت اور کمیت پر غور کریں اور وہ انتظام جو خدا تعالیٰ نے پانی کو اپنی مخلوق تک پہنچانے کا فرمایا ہے اسے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اس کی صرف اسی نعمت پر انسان کو اس کا کس قدر شکر گزار بننا چاہیئے۔ ایک مومن جو بھی کام کرتا ہے قرآن مجید کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اور خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے کرتا ہے اس لئے وہ ہر میدان میں کامیاب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سلوک ہمارے ساتھ ہر جہت سے مکمل ہے۔ ایسا ہی ہمارا تعلق بھی مکمل ہونا چاہیئے اس کمال کو حاصل کرنے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے طلبگار رہو۔ ایسے موقع پر ہم خدا کا ذکر بلند کریں گے تو ایک سائنسدان بھی قائل ہوگا کہ اس کائنات کا پیدا کرنے والا ایک خدا ہے۔

آپ کی یہ عمر بہت قیمتی ہے۔ اسے دین کی راہ میں لگا دیں۔ موجودہ زمانہ کی سٹرائیکیں ہنگامے اور شورشیں انجام کار کوئی فائدہ نہیں دیتیں ان سے ایک غلط رنگ رونما ہو رہا ہے آج کے زمانہ کے طلبا جو ہنگامے بپا کر رہے ہیں ان کی خبروں سے حیرت ہوئی ہے کہ نوجوان طبقہ کدھر جا رہا ہے۔

اس موقع پر آپ نے احمدیہ جوبلی ہال کی تعمیر کے سلسلہ میں احباب جماعت کو بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی موثر تحریک فرمائی۔ اس کے بعد مکرم سیٹھ محمد معین الدین صاحب نے تشکر ادا کیا۔ محترم صاحبزادہ صاحب کے ارشاد کی تعمیل میں حضرت مسیح موعود کے اس شعر سے پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقان پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا کی تشریح و تفصیل خدام نے اپنے علم کے مطابق بیان کی۔ اور آخر پر محترم صاحبزادہ صاحب نے اس کی لطیف تشریح فرمائی۔ پھر خدام نے آپ کے ارشاد پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی ایک ایک دلیل بیان کی۔ اس طرح یہ دلچسپ روحانی محفل مغرب سے قبل اختتام کو پہنچی۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک

درخواست ہائے دعا: برادرم مکرم سیٹھ محمد الیاس صاحب بادگیر نے تحریر فرمایا ہے کہ ان کے ماموں زاد بھائی عزیز خلیل احمد کو دماغی عارضہ کی تکلیف لاحق ہو گئی ہے۔ عزیز کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دعا کی درخواست ہے۔
برادرم مکرم ڈاکٹر محمد طاہر صاحب اور بنگلور (امریکہ) وسط جولائی میں ایک امتحان دے رہے ہیں ان کی اعلیٰ کامیابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔
خاکسار فیض احمد گجراتی درویش قادیان

اخبار و افکار

"دیانند سرسوتی کا ایک واقعہ"

مندرجہ بالا عنوان سے جو تذکرہ اخبار الجمعیتہ دہلی جمعہ ایڈیشن مجریہ ۱۳ر جون ۶۹ء میں صلا پر شائع ہؤا ہے اس سلسلہ میں ہمارا تبصرہ اسی پرچہ میں دوسری جگہ ملاحظہ فرمایا جائے ــــــــــ ایڈیٹر

۱۸۷۲ء کا واقعہ ہے رشی دیانند سرسوتی کلکتہ میں ٹھیرے ہوئے تھے۔ اس وقت رشی دیانند اپنی غیر معمولی صلاحیت اور ہندو مذہب کے زبردست مبلغ کی حیثیت سے مشہور ہو چکے تھے کسی نے ان کا ذکر وائسرائے لارڈ نارتھ بروک سے کر دیا۔ وائسرائے نے رشی سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی جب اسی وائسرائے کی قیامگاہ میں ان سے ملے تو وائسرائے نے کہا ـــ "میں نے سنا ہے کہ آپ دوسرے مذاہب کا زبردست کھنڈن کرتے ہیں جس سے ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں میں آپ کی مخالفت پیدا ہو گئی ہے۔ کیا آپ اپنے دشمنوں سے کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتے؟"

رشی دیانند نے جواب دیا "مجھے اپنے خیالات کے پرچار کی انگریزی راج میں پوری آزادی ہے اور میں اپنے آپ کو بالکل محفوظ سمجھتا ہوں۔"

دیانند سرسوتی نے جو بات سو برس پہلے کہی تھی وہ اگر ہمارے لیڈروں کی سمجھ میں اس وقت آ گئی ہوتی تو انہیں معلوم ہوتا کہ اس کے اندر ایک عظیم سبق چھپا ہؤا ہے۔ پچھلی سو سالہ تاریخ میں ہماری قومی جدوجہد کا رخ سب سے زیادہ انگریزی حکومت کو ختم کرنے پر مرکوز رہا۔ حالانکہ اس سے زیادہ اہم بات یہ تھی کہ انگریزی حکومت کی موجودگی کی وجہ سے مذہب کی تبلیغ و توسیع کی جو آزادی حاصل ہے اسے بھرپور استعمال کیا جائے۔ انگریز کو ہٹانے کا مطلب مستقبل کے لحاظ سے ہمارے لئے صرف یہ تھا کہ بدیشی راج کی جگہ اس سے شدید تر اکثریتی راج کو اپنے اوپر مسلط کرنا ـــ اس کے برعکس اگر انگریز کے زیر سایہ تبلیغ و توسیع کی مہم چلانے کے امکان کو بھرپور استعمال کیا گیا ہوتا تو سو سالہ جدوجہد کے بعد یہ ممکن تھا کہ انگریز اس حال میں رخصت ہو کہ اس کے بعد فیصلہ کا سر اخود جمہوری معیاروں کے مطابق ہمارے ہاتھ میں آ چکا ہو۔

ہماری حالیہ تاریخ کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہمارے درمیان کوئی ایسی جدوجہد ابھر نہ سکی جو مستقبل کو سمجھ کر شروع کی گئی ہو۔ زمانہ کے حالات اور مستقبل کے رخ کو سمجھے بغیر ہم اندھا دھند قربانی دیتے رہے۔ بلاشبہ یہ قربانی جس مخلصانہ جذبہ کے تحت دی گئی اس کی زبردست قیمت ہے۔ اور ہم بجا طور پر اس پر فخر کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ مگر قربانی کی کوئی بھی مقدار دانشمندی کا بدل نہیں بن سکتی۔ قربانیوں کو مستقبل کے اعتبار سے مفید بننے کے لئے دانشمندی کی ضرورت تھی اور جب ہم دانشمندی کا ثبوت نہ دے سکے تو ہم ان نتائج کے وارث نہیں بن سکتے تھے جو صرف دانش اور بصیرت والوں ہی کے حصے میں آتے ہیں۔" (الجمعیتہ دہلی جمعہ ایڈیشن ۱۳ر جون ۱۹۶۹ء صلا)

وصیت

نوٹ:- وصایا منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی شخص کو کسی وصیت پر کسی جہت سے کوئی اعتراض ہو تو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر اپنے اعتراض کی تفصیل سے دفتر ہذا کو اطلاع دے۔ سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

وصیت نمبر ۱۷۶۷۳ منکہ سعیدہ سلطانہ زوجہ صدیق اشرف علی قوم میر بلا پیشہ خانہ داری عمر ۱۹ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۸ر احسان ۱۳۴۸ ہش بمطابق ۸ر جون ۱۹۶۹ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:-

میری اس وقت کوئی جائداد غیر منقولہ نہیں ہے منقولہ جائداد حسب ذیل ہے:- (۱) حق مہر دو ہزار روپیہ تھا جس میں سے چھ سو روپیہ مجھے بصورت زیورات وصول ہو چکا ہے۔ ان زیورات اور دوسرے زیورات کی فہرست نیچے دی گئی ہے اور ایک ہزار چار سو روپیہ میرے شوہر کے ذمہ واجب الادا ہے زیورات حسب ذیل ہیں ۱۔ کڑے طلائی اندازاً ۶۹ گرام قیمت موجودہ ۱۱۰۴ روپیہ ۲۔ نیکلس طلائی وزنی اندازاً ۳۴ گرام قیمت موجودہ ۵۴۴ روپے ۳۔ کانٹے ۷½ گرام قیمت موجودہ ۱۲۰ روپے ۴۔ انگوٹھیاں طلائی وزنی اندازاً ۱۵ گرام قیمت موجودہ ۲۴۰ روپے کل زیور ۱۲۵½ گرام قیمت ۲۰۰۸ روپے۔ میں مندرجہ بالا جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں (۲) اس کے علاوہ مجھے اپنے شوہر کی طرف سے ۵ روپے ماہوار جیب خرچ بھی ملتا ہے میں اس کے یا آئندہ جو بھی آمد ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میری وفات کے وقت میری جو جائداد ثابت ہو گی اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ الامتہ سعیدہ سلطانہ موصیہ ۱۷۶۷۳ گواہ شد صدیق اشرف علی شوہر موصیہ (ریڈیو ٹیلیفون مکینک)

گواہ شد جلال الدین ولد ایچ حسین انسپکٹر بیت المال قادیان - میری اہلیہ کا حق مہر ۱۴۰۰ روپیہ میرے ذمہ واجب الادا ہے۔ میں اس کے وصیت کردہ حصہ ۱۴۰ روپیہ کی ادائیگی کا ذمہ دار ہونگا صدیق اشرف علی

جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمقام شیموگہ

ہمارا اجلاس سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم ۱۸ر جون بروز چہارشنبہ مکرم سید مدار صاحب صدر جماعت احمدیہ شیموگہ کے مکان پر منایا گیا۔ جلسے کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہؤا جو خاکسارہ نے کی۔ حمد سیدہ فضل النساء نے خوش الحانی سے سنائی۔ اور نعت خاکسار نے سنائی۔ اس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سوانح حیات پر مشتمل مضمون محترمہ نجم النساء صاحبہ نے پڑھا۔ بتول النساء صاحبہ نے درثمین سے نظم سنائی پھر محترمہ رشیدہ سلطانہ صاحبہ نے "زندہ نبی" کے عنوان پر مضمون سنایا۔ پھر محترمہ عظیم النساء صاحبہ نے "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے اغراض" پر تقریر کی۔ محترمہ مہر النساء صاحبہ نے "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک درخشندہ پہلو" کے موضوع پر مضمون پڑھا۔ پھر محترمہ خیر النساء صاحبہ نے حضور صلعم کے انسان کامل ہونے کی حیثیت پر تقریر کی۔ آخر پر خاکسارہ نے آنحضرت صلعم کی صداقت کے موضوع پر تقریر کی۔ حضور صلعم کی شان میں سلام پڑھا گیا۔ اجلاس کے خاتمہ پر محترمہ آمنہ بی بی صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ بنگلور نے دعا کرائی۔ سب بہنوں کی چائے اور شیرینی سے تواضع بھی کی گئی۔

خاکسار خورشید بیگم سیکرٹری لجنہ اماء اللہ شیموگہ۔

آپ کا چندہ اخبار بدر ختم ہے

مندرجہ ذیل خریداران اخبار بدر کا چندہ ماہ ظہور ۱۳۴۸ ہش (اگست ۱۹۶۹ء) میں کسی تاریخ کو ختم ہو رہا ہے۔ ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اپنی اولین فرصت میں ایک سال کا چندہ مبلغ آٹھ روپے بھجوا کر ممنون فرمائیں تاکہ ان کے نام اخبار جاری رہ سکے اگر ان کی طرف سے چندہ وصول نہ ہؤا تو چندہ ختم ہونے کی تاریخ کے بعد ان کے نام اخبار بدر کی ترسیل بند کر دی جائے گی۔

امید ہے کہ اخبار کی افادیت کے پیش نظر تمام احباب جلد رقم ارسال کر کے ممنون فرمادیں گے۔ ان احباب کو بذریعہ خط بھی اطلاع دی جا رہی ہے ـــ مینیجر اخبار بدر قادیان

نمبر خریداری	اسمائے خریداران	نمبر خریداری	اسمائے خریداران
۱۰۰۹	مکرم اے غنی خاں صاحب	۱۲۴۹	مکرم خاں بہادر صاحب خاں صاحب
۱۰۱۵	" مرزا شیر علی بیگ صاحب	۱۲۶۹	" سید علام الدین صاحب قادری
۱۰۲۵	" انچارج احمدیہ مسلم مشن	۱۲۷۲	" قریشی قمر احمد صاحب
۱۰۵۹	" سیٹھ محمد یوسف صاحب بانی	۱۲۸۱	" جے عابد حسین صاحب
۱۰۸۳	" اے اے چکوڈی صاحب	۱۳۰۷	" ڈاکٹر سید اختر احمد صاحب
۱۱۴۷	" میسرز مشتاق احمد سراج دین	۱۳۱۸	" ایم یوسف صاحب وانی
۱۱۵۷	" بابو غلام رسول صاحب	۱۳۲۰	" محمد سرتاج خاں صاحب
۱۱۵۸	" ایس ایم آئی عارفین صاحب	۱۳۳۲	" بابو عبد الکریم صاحب
۱۱۷۰	" انچارج ریڈنگ روم مہارانی کالج	۱۳۶۷	" ایم اے رشید صاحب
۱۱۸۰	" بشیر الدین صاحب	۱۴۰۵	" شجاع الدین صاحب
۱۲۱۳	" ملک محمد شریف صاحب	۱۶۵۰	" نذیر احمد صاحب
۱۲۱۴	" بشیر محمد خاں صاحب	۱۶۶۹	" محمود علی صاحب
۱۲۱۵	" عبد الحی صاحب	۱۸۶۹	" عبد الباری صاحب
۱۲۲۱	" صاحبزادہ عبد الحمید صاحب	۱۸۷۱	" مولوی محمد صدیق صاحب
۱۲۲۳	" ایم محمد اسماعیل صاحب وکیل	۱۸۷۲	" بیگم صاحبہ فاضل الدین صاحب
۱۲۲۹	" چودھری احمد علی صاحب	۱۸۷۳	" سیٹھ بشیر احمد صاحب
۱۲۳۱	" میاں عطاء اللہ صاحب	۱۸۷۶	" سید عبد الجبار صاحب
۱۲۳۴	" راشد محمود صاحب	۱۹۷۵	" غلام محمد خاں صاحب
۱۲۴۵	" ناصر احمد صاحب		

قسط نمبر ۲

حجِ بیت اللہ شریف کے رُوح پرور اور ایمان افروز کوائف

مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے اندر حضور صلعم کا روضۂ مبارک باہر سے تو نظر نہیں آتا۔ چاروں طرف جالیوں سے بند کیا ہوا ہے۔ سپاہی کھڑے رہتے ہیں جو لوگوں کو نزدیک جاکر ہاتھ نہیں لگانے دیتے اتنی زیادہ بھیڑ کی وجہ سے زیادہ تر لوگ پاس پہنچ ہی جاتے ہیں۔ جالیوں کو چومتے ہیں اور بس نہیں چلتا ورنہ سجدہ کرنے سے بھی باز نہ آتے۔ سپاہی بار بار دھکے دے کر پیچھے ہٹاتے ہیں۔ بعض لوگ یہاں بھی دستِ غیب سے کام لیتے ہیں۔ سپاہی کو کچھ دے دو تو وہ پاس جانے دیتا ہے سپاہیوں نے آمدنی کی ایک اور صورت پیدا کی ہوئی ہے۔ زائرین پانچ پانچ ریال دے کر روضۂ مبارک کی مٹی کی ایک پڑیا خرید لیتے ہیں۔ پتہ نہیں اس طرح کتنے ٹن مٹی فروخت ہو جاتی ہے۔ حالانکہ روضۂ مبارک تو جالیوں کے اندر ہے۔ مگر لوگ جوشِ عقیدت میں سب کچھ بھول جاتے ہیں

ریاض الجنت اور ستونِ عائشہ کے پاس نماز پڑھنے والوں کی بہت بھیڑ ہوتی ہے۔ اور بڑی کوشش کے بعد باری آتی ہے۔ مسجد کے کھلے حصہ میں بجری پڑی ہوئی ہے لوگ یہاں کبوتروں کے لئے دانہ ڈال دیتے ہیں اور پالتو کبوتر جو ہزاروں کی تعداد میں ہیں اس مخصوص جگہ پر آکر کھا لیتے ہیں۔ مسجد کے باہر غریب عورتیں گندم لے کر بیٹھی ہوتی ہیں۔ لوگ خرید خرید کر لے جاتے ہیں اور کبوتروں کو ڈال دیتے ہیں۔ نماز کے وقت یہاں دریاں بچھا دیتے ہیں۔ چھتے ہوئے حصہ میں نہایت بیش قیمت قالین بچھے ہوئے ہیں جو سعودی حکومت نے اور بعض لوگوں نے تحفۃً دیئے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں قرآنِ مجید رکھے ہیں جو مختلف ملکوں سے آنے والے لوگ لاتے ہیں۔ اور ثواب کی خاطر مسجد کے لئے وقف کرتے ہیں۔ حج کے ایام میں خانہ کعبہ اور اس مسجد میں جتنا ذکرِ الٰہی اور عبادت ہوتی ہے اور کسی جگہ نہیں ہوتی۔ ہر وقت لوگ قرآنِ مجید اور نوافل پڑھتے رہتے ہیں۔ میں نے بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے یہاں اور خانہ کعبہ میں پانچ دفعہ قرآن مجید ختم کیا۔ عشاء کی نماز کے تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے بعد مسجد کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں۔ اور پھر تہجد کے وقت کھولے جاتے ہیں یہاں مکہ معظمہ کی طرح تہجد کے لئے اذان نہیں ہوتی۔ مسجد کے بلند میناروں پر چاروں طرف لاؤڈ سپیکر لگے ہوئے ہیں جن سے اذان کی آواز سارے شہر میں پہنچتی ہے جو لوگ مسجد میں نہیں پہنچ سکتے وہ اپنی اپنی دوکانوں میں ہی مصلّے بچھا کر نماز پڑھ لیتے ہیں۔

عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر میں نے کھانا کھایا۔ یہاں بھی مسجد کے پاس ایک پاکستانی ہوٹل ہے۔ ہمارے یہاں سستے قسم کے جیسے ہوٹل ہوتے ہیں ویسا ہی تھا۔ البتہ چارج اچھے قسم کے ہوٹلوں کا سا تھا۔ بہر حال کھانا اچھا مل جاتا تھا۔

رات کے وقت غضب کی سردی تھی میرے پاس ایک کمبل تھا اس سے تو سردی رکتی ہی نہ تھی۔ ساری رات کلبل کرتے ہی گزری صبح اٹھ کر ایک موٹا اٹالین کمبل ۳۰ ریال میں خریدا تب کہیں جاکر باقی راتیں اطمینان سے گزاریں۔

فجر کی نماز پڑھ کر جب مسجد سے نکلے تو سامنے بازار میں میز کرسیاں لگا کر چائے اور ناشتہ والے بیٹھے ہوتے تھے۔ ہم لوگ وہیں ناشتہ کر لیا کرتے تھے۔ دودھ بکری کا ملتا تھا۔ بعض دوکاندار اردو میں صدا لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک دودھ والا صدا لگا رہا تھا "سودھ - سودھ" دوسرا پکوڑے والا پکار رہا تھا "پکورہ پکورہ" میں اکثر صبح کے وقت ایک گلاس دودھ پی لیا کرتا تھا۔ یہاں گلاس کو دھونے کا دستور بالکل نہیں ہے۔ ایک نے دودھ پی کر گلاس رکھا دوسرے کو اسی میں ڈال کر دے دیتے ہیں

دوسرے دن صبح مختلف مقامات کی زیارت کے لئے جانے کا پروگرام بنایا۔ ایک پاکستانی نوجوان جو گھانا سے آیا ہوا تھا ہم دونوں اکٹھے ہو گئے۔ اور ہر جگہ مل کر آتے جاتے۔ اور مل کر ہی کھانا کھاتے تھے مسجد کے باہر ٹیکسیاں کھڑی رہتی ہیں اور "زیارت زیارت" پکارتے ہیں۔ ٹیکسی والے ۲ ریال فی کس لیتے ہیں۔ ہم بھی ایک ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔ سب سے پہلے مسجد قبا دیکھنے گئے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں مکہ سے ہجرت کر کے آنے کے بعد حضرت رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھی تھی۔ اور اسی جگہ اسلام کی پہلی مسجد بنائی گئی جس کا ذکر قرآنِ مجید میں بھی ہے۔ یہ مسجد بھی ترکوں کی بنائی ہوئی ہے۔ یہ مسجد شہر کے اندر ہی ہے۔ اس کے نزدیک دو تین مسجدیں اور بھی ہیں جہاں ٹیکسی والے نہیں لے جاتے ہم لوگ بعد میں خود پیدل چل کر وہاں گئے تھے۔ ایک مسجد جمعہ ہے جہاں حضور نے پہلا جمعہ پڑھا۔ دوسری مسجد ابوبکرؓ ہے۔ تیسری مسجد غمامہ ہے۔ ان مساجد میں نوافل پڑھنے کے بعد مساجد خمسہ کی طرف ٹیکسی روانہ ہوئی۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں جنگ احزاب کے موقع پر خندق کھودی گئی تھی۔ خندق کا تو اب نام و نشان بھی نہیں ہے۔ البتہ بعض جلیل القدر صحابہ رضی جس جس جگہ لشکر کی کمان کر رہے تھے وہاں چھوٹی چھوٹی مسجدیں بنادی گئی ہیں۔ جیسے مسجد خندق۔ مسجد سلمان فارسیؓ مسجد عمرؓ۔ مسجد علیؓ۔ مسجد فاطمہؓ۔ یہ پانچ مساجد پاس پاس ہیں اور انہیں مساجدِ خمسہ کہتے ہیں۔ تھوڑے فاصلہ پر ہٹ کر پہاڑ پر ایک اونچی جگہ ہے۔ یہاں ایک چھوٹی سی مسجد ہے جسے مسجدِ فتح کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جنگِ احزاب کے موقع پر حضورؐ یہاں دعا فرما رہے تھے تو قرآنی آیات إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا نازل ہوئی تھیں۔

تھوڑی دور جا کر ایک اور چھوٹی سی مسجد ہے جسے مسجد قبلتین کہتے ہیں یہاں دونوں طرف محراب بنے ہوئے ہیں ایک بیت المقدس کی طرف ہے دوسرا خانۂ کعبہ کی طرف۔ آخر میں ہم لوگ اُحد پہاڑ دیکھنے گئے۔ شہر سے تین چار میل باہر یہ مقام ہے۔ پہاڑ کے دامن میں پتھروں کا احاطہ بنا ہوا ہے۔ اس کے اندر حضرت حمزہؓ کا مزار ہے۔ پاس ہی ایک چھوٹی سی چہار دیواری بنی ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس جگہ حضور صلعم کے دندانِ مبارک شہید ہوئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی ایک مسجد ہے جسے مسجد حمزہ کہتے ہیں۔ یہاں سے واپس ٹیکسی والے نے ہمیں مسجدِ نبوی کے سامنے لاکر چھوڑ دیا۔ ان ساری زیارتوں میں صرف تین گھنٹے صرف ہوئے۔ ٹیکسی والے بڑی جلدی کرتے ہیں۔ کہتے ہیں نفل پڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔ صرف جلدی جلدی دعا مانگ لو اور چلو۔ اسی طرح مساجد خمسہ کے پاس کہنے لگا صرف ایک مسجد میں دعا مانگ لو تو کافی ہے۔ سب مسجدوں میں جانے کی ضرورت نہیں۔ مگر ہم نے اسے کہا کہ ہم ہر ایک مسجد میں نفل بھی پڑھیں گے اور دعا بھی کریں گے۔ ہم نے جلدی واپس نہیں جانا ہے۔ چونکہ سب مسافروں کی یہی خواہش تھی اس لئے مجبوراً بیچارہ رکا رہا اور اپنی زبان میں بڑبڑاتا رہا

یہاں کے (سارے عرب میں ہی) عربی بڑی بگاڑ کر بولتے ہیں۔ بولتے بھی بہت تیز ہیں۔ اور ہم لوگ جو عربی قرآنِ مجید میں پڑھتے ہیں ان کی زبان اس سے کافی مختلف ہے۔ تیز بولنے کی وجہ سے سمجھ نہیں آتی۔ پانی کو مویا کہتے ہیں۔ اکثر اشاروں سے کام چلانا پڑتا ہے۔ بعض لوگ ٹوٹی پھوٹی اردو بول اور سمجھ لیتے ہیں۔ عربی کی گنتی میں نے یاد کر لی تھی۔ اس سے بھی دوکانداروں اور ٹیکسی والوں سے بات چیت میں کافی سہولت ہو جاتی ہے۔

اگلے روز ہم جنت البقیع گئے۔ ایک بڑا ہی وسیع احاطہ ہے جس میں بے ترتیبی سے بکھری قبریں بنی ہوئی ہیں۔ نہ کوئی کتبہ ہے اور نہ کوئی نشان۔ پیشہ ور معلّم قسم کے لوگ کھڑے رہتے ہیں اور پیسے لے کر بتاتے ہیں کہ یہ فلاں کا مزار ہے اور یہ فلاں کا۔ دروازہ سے داخل ہوتے ہی ایک بورڈ لگا ہوا ہے جس پر عربی اور انگریزی میں لکھا ہوا ہے کہ قبروں پر سجدہ کرنا اور پیسے رکھنا اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ لوگ سجدہ تو شاید سپاہیوں کی وجہ سے نہیں کرتے۔ البتہ پیسے بہت پھینکتے ہیں جونکہ یہ پیسے سپاہیوں کی جیب میں جاتے ہیں اس لئے وہ لوگ کچھ نہیں کہتے

قبرستان میں عورتوں کو داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ یہ قبرستان اب بھی چالو ہے۔ اور مرنے والوں کو اسی قبرستان میں دفن کیا جاتا ہے۔ یہ شہر کے بیچوں بیچ واقع ہے۔ اور مسجد نبوی کے بالکل قریب ہے۔ ایک طرف سے دفن کرتے رہتے ہیں۔ قبروں پر کتبہ یا نشان کوئی نہیں لگاتے۔ دو تین سال بعد ان قبروں کو مٹا کر نئے سرے سے پھر دفنانا شروع کر دیتے ہیں۔

دروازے میں داخل ہونے کے بعد کچھ آگے جا کر حضرت عباسؓ کا مزار ہے اور آخر میں ایک کونے میں حضرت عثمانؓ

مدفون ہیں۔ ایک طرف حضور کی ازواج مطہرات اور بعض صاحبزادیوں کی قبریں ہیں۔ حضرت فاطمہ رضؓ۔ حضرت امام حسن رضؓ۔ حضرت امام زین العابدین رضؓ وغیرہ کی قبریں ایک جگہ ہیں۔

ترک اور ایران کے لوگ بڑی تنظیم کے ساتھ آتے ہیں ترک زیادہ تر بسوں پر آتے ہیں۔ بڑی شاندار ٹورسٹ بسیں تھیں وہ لوگ Tourism کے انتظام کے تحت حج کرتے ہیں۔ پہلے سے ہوٹل وغیرہ بک کر لیتے ہیں۔ تمام سامان ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ اپنا باورچی کھانا پکاتا ہے ہر جگہ گروپ بنا کر اپنی بسوں میں زیارتوں کے لئے جاتے ہیں۔ بیٹری سے چلنے والا لاؤڈ سپیکر ہاتھ میں لے کر ایک آدمی دعائیں وغیرہ پڑھتا جاتا ہے اور باقی لوگ دوہراتے جاتے ہیں تنظیم اور انتظام کی وجہ سے یہ لوگ آرام بھی زیادہ اٹھاتے ہیں اور خرچ بھی کم ہوتا ہے۔

۱۹ر کی صبح کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو واپسی ہوا تھا۔ بقیہ تمام دنوں کا پروگرام یہی ہوتا تھا کہ سارا دن نمازیں پڑھو۔ قرآن مجید پڑھو یا کچھ وقت کھانے پینے میں صرف ہوتا تھا۔ یوں سمجھئے کہ جس طرح جلسہ کے دنوں میں قادیان کا پروگرام ہوتا ہے وہ یہیں کا ایک خاکہ ہوتا ہے۔ ۲۰ر فروری کو بڑے زور کی بارش ہوئی۔ جس کی وجہ سے سردی اور بھی بڑھ گئی۔ ۲۱ر کی صبح کو فجر کی نماز پڑھ کر روضہ مبارک پر آخری دفعہ دعا کے لئے حاضر ہوا۔ اس کے بعد جنت البقیع جا کر دعا کی۔ واپس آکر مزدور سے سامان اٹھوا کر ٹیکسی سٹینڈ پر پہنچا۔ ۴۵ ریال میں مکہ پہنچا۔ بارشوں کی وجہ سے سڑک جگہ جگہ سے ٹوٹی ہوئی تھی۔ چونکہ حج بالکل قریب آگیا تھا اس لئے مکہ جانے والوں کا بڑا رش تھا۔ آفس ٹائم میں ڈلہوزی اسکوائر میں گاڑیوں کی جو بھیڑ ہوتی ہے وہ اس بھیڑ کا سواں حصہ بھی نہیں۔ جدھر نگاہ جاتی تھی۔ گاڑیاں ہی گاڑیاں نظر آتی تھیں بہت سے لوگ گھروں سے احرام باندھ کر نکلتے ہیں مدینہ کے باہر چھ میل پر ایک کنواں ہے جسے بیر علی کہتے ہیں یہاں سے احرام باندھنا مسنون ہے۔ یہاں پہنچ کر دو دو نفل پڑھ کر احرام کی نیت کرتے ہیں اور آگے روانہ ہو جاتے ہیں۔

مغرب کی نماز کے بعد مکہ معظمہ پہنچے معلم کی بیٹھک میں رہنے کا انتظام کیا۔ ۸ر ذوالحجہ (۲۵ر فروری) کو منیٰ کے لئے روانہ ہونا تھا۔ اس سے پہلے تین چار دن طواف اور نمازوں میں ہی گزرے جیسے جیسے حج کے دن قریب آ رہے تھے ہجوم بڑھ رہا تھا اور آخری دو تین دنوں میں تو طواف کرنا مشکل ہو جاتا تھا

حرم شریف سے تھوڑی ہی دور وہ مقام ہے جہاں حضور صلعم پیدا ہوئے تھے۔ اس جگہ ایک لائبریری بنی ہوئی ہے۔ خانہ کعبہ کے آس پاس پہاڑ ہیں اور پہاڑوں کے اوپر ہی مکان بنے ہوئے ہیں زیادہ تر مکانات پرانی طرز کے پتھروں کے بنے ہوئے ہیں صرف خانہ کعبہ کے آس پاس کچھ ہموار جگہ ہے جہاں دس دس گیارہ گیارہ منزلہ عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔ گھر گھر ٹیلیویژن لگے ہوئے ہیں۔ صرف ایک گیارہ منزلہ عمارت کی چھت پر ہی میں نے سو سے زیادہ T.V کی تاریں دیکھیں۔

۸ر ذوالحجہ کو فجر کی نماز پڑھ کر احرام باندھا اور خانہ کعبہ میں جا کر نفل پڑھ کر احرام کی نیت کی۔ طواف کیا۔ اس کے بعد واپس آکر معلم کے گھر کے سامنے بسیں کھڑی تھیں ان پر بیٹھ گئے۔ ایک دری۔ کمبل۔ پانی کا برتن اور لوٹا ساتھ تھا۔ پہننے کے لئے ایک جوڑا کپڑے بھی ساتھ لئے۔ منیٰ تقریباً پانچ میل کے فاصلہ پر ہے۔ حکومت نے کافی سڑکیں بنائی ہیں۔ اس کے باوجود بڑا رش ہوتا ہے۔ اور پانچ میل کا فاصلہ طے کرنے میں بسوں کو تین چار گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ منیٰ روانہ ہونے سے ایک دن پہلے ایک پنجابی نوجوان محمد اسحٰق نام کا جرمنی سے آیا۔ میرے ہاتھ میں

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

والی انگوٹھی دیکھ کر کہنے لگا آپ احمدی ہیں میں بھی احمدی ہوں۔ ظہر کی نماز سے پہلے ہم لوگ منیٰ پہنچ گئے۔ وہاں حکومت نے مختلف نمبروں کے پلاٹ بنائے ہوئے ہیں اور مختلف معلموں کو الگ الگ پلاٹ الاٹ کئے جاتے ہیں۔ جہاں معلم کے آدمی پہلے ہی خیمے لگا رکھتے ہیں۔ بسوں سے اتر کر ہم لوگوں نے خیمے میں اپنا سامان رکھا۔ عام خیمہ پچاس آدمیوں کے لئے ہوتا ہے۔ خصوصی خیمہ چند آدمیوں کا ہوتا ہے۔ عام خیمے کے ۲۰ ریال فی کس معلم لیتا ہے اور خصوصی خیمے کے ۵۰ ریال فی کس۔ ہم لوگ خیمے میں چار آدمی تھے۔ ہم سب نے پانچ پانچ گیلن کا ایک ایک پلاسٹک کا برتن پانی کے لئے لے لیا تھا۔ اور مکہ سے پانی بھر کر ساتھ لائے تھے۔ یہاں پانی کی کلیں لگی ہوئی ہیں لیکن ہجوم کی وجہ سے پانی لینے میں کافی دقت پیش آتی ہے۔ یہاں دوکانیں اور ہوٹل بھی کھل جاتے ہیں۔ اور کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی۔

۸ر کا سارا دن یہاں گزرا اور ۹ر کو فجر کی نماز پڑھ کر ہم لوگ بسوں میں بیٹھ کر عرفات کے لئے روانہ ہو گئے۔ ظہر کے وقت عرفات کے میدان میں پہنچے۔ معلم کے آدمیوں نے پہلے ہی یہاں بھی خیمے لگائے ہوئے تھے۔ اس دن دوپہر کا کھانا معلم کی طرف سے تھا۔ کھانا کھا کر ظہر و عصر کی نمازیں خیمے میں ہی پڑھیں۔ اس کے بعد جبل رحمت پہنچے مغرب تک وہاں کھڑے ہو کر دعائیں کرتے رہے۔ مغرب کے بعد واپس آکر بسوں میں بیٹھ گئے اور مزدلفہ روانہ ہو گئے۔ یہاں پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نمازیں میدان میں پڑھیں یہاں خیمہ وغیرہ کوئی نہیں ہوتا۔ بسوں کے پاس دری بچھا کر لیٹ جاتے ہیں۔ عورتیں بسوں میں ہی لیٹ جاتی ہیں۔ یہیں سے شیطانوں کو مارنے کے لئے کنکریاں چنی جاتی ہیں۔ اسی جگہ پر وہ مسجد ہے جس کو مشعر الحرام کہتے ہیں اور جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ۔ فجر کی نماز پڑھ کر مزدلفہ سے واپس منیٰ کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ یہ بقر عید والا دن ہوتا ہے۔ راستہ میں وہ جگہ آتی ہے جہاں اصحاب فیل پر عذاب نازل ہوا تھا۔ اس جگہ سے سب بسیں اور موٹریں تیزی سے گزر جاتی ہیں۔ تقریباً دو گھنٹے میں ہم لوگ مزدلفہ سے منیٰ واپس پہنچ گئے۔ اپنے اپنے خیموں میں پہنچ کر سامان رکھا۔ سامان رکھ کر سات کنکریاں ساتھ لیں اور جمرۂ عقبیٰ کو مارنے کے لئے روانہ ہو گئے۔ منیٰ لمبائی کا علاقہ ہے۔ اور تقریباً چار پانچ میل کے فاصلے میں پھیلا ہوا ہے۔ ایک سرے پر شیطان ہیں اور دوسرے سرے پر قربانگاہ ہے۔ درمیان میں سارے علاقہ میں خیمے لگے ہوتے ہیں۔ دونوں طرف پہاڑی سلسلہ ہے یہاں کنکریاں مارنے والوں کی بڑی بھیڑ ہوتی ہے۔ لوگ اس طرح جوش میں ہوتے ہیں جیسے سچ مچ کا شیطان ہاتھ آگیا ہے بعض لوگ جوتے مارتے ہیں بعض بڑے بڑے پتھر مارتے ہیں (حالانکہ چنے کے برابر کنکریاں مارنے کا حکم ہے) جو بعض دفعہ سامنے کھڑے ہوئے لوگوں کو لگتے ہیں اور کسی کا سر پھٹ جاتا ہے۔ کنکریاں مار کر واپس آئے اور ہم لوگ ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب کے خیمے میں اکٹھے ہوئے۔ آٹھ دس احمدی اکٹھے ہو گئے تھے ایک گائے کے سات حصوں کے پیسے اور میں نے اور جرمنی والے دوست نے ایک ایک بکری کے لئے پیسے ۴۰ ریال فی کس کے حساب سے جمع کرا دئے۔ ہم لوگ چار آدمی قربانگاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں عجیب منظر تھا ایک نہایت وسیع و عریض میدان میں گڑھیاں کھدی ہوئی ہیں اور بلڈوزر پاس کھڑے تھے۔ بکریاں، دنبے، اونٹ اور گائیں لے کر بدو کھڑے تھے۔ وہیں سودا ہوتا تھا وہیں پھینک کر لوگ چلے جاتے تھے۔ آنے جانے کے لئے کوئی راستہ نہ ملتا تھا۔ جانوروں کے جسموں کے اوپر سے لوگ آجا رہے تھے۔ خون کی نالیاں بہہ رہی تھیں کوئی کھال سمیت بکری کی ران کاٹ کر لئے جا رہا تھا۔ تو کوئی پیٹ کاٹ کر کلیجی نکال کر لے جا رہا تھا۔ ہمارے حبشی بھائی تو پورے پورے بکرے ہی سروں پر اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ کڑاکے کی دھوپ تھی۔ ہمارے ساتھ ایک چوہدری بشیر صاحب تھے جو پاکستانی جہاز سفینۂ حجاج میں انجینئر ہیں آٹھویں دفعہ حج کر رہے تھے۔ اور جانور خریدنے میں بڑے ماہر تھے۔ قربانگاہ کے دروازے کے قریب تو گائے چھ سو سے کم کوئی بات ہی نہ کرتا تھا۔ ہم لوگ جانوروں کے اوپر سے پھلانگتے اور خون میں لت پت پاؤں لئے اندر چلے گئے ایک گائے پسند کی بھاؤ پانچ سو سے شروع ہوا۔ آخر ۳۰۰ میں سودا ہوا۔ چوہدری بشیر صاحب نے خود ذبح کی۔ دو بکرے بھی ۵۵-۵۵ ریال میں خرید کر وہیں ذبح کئے۔ اور وہیں چھوڑ کر باہر نکلے دھوپ اور ناگوار بو کی وجہ سے برا حال ہو گیا تھا معلوم ہوتا تھا کہ حج کا سب سے مشکل مسئلہ قربانی کا ہی ہے۔

باہر سر مونڈنے والے کھڑے تھے کوئی استرا لئے ہوئے تھا تو کوئی قینچی۔ اور کوئی صرف بلیڈ لئے ہی کھڑا تھا۔ اور کوئی سبزی کاٹنے والے چاقو جیسے اوزار سے کسی حاجی کا سر چھیل رہا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر سوچا کہ اپنے شیونگ سیٹ سے ہی ایک دوسرے کا سر مونڈ لیں گے۔ لیکن اتنے میں ایک پاکستانی حجام مل گیا جس کے پاس مناسب اوزار تھے اس سے سر منڈوا کر واپس خیمے میں آئے قربانی پر جو زائد رقم خرچ ہوئی تھی وہ سب سے وصول کی۔ نہا دھو کر احرام کھولا۔ کپڑے پہنے اور بس میں بیٹھ کر مکہ پہنچے۔ طواف کیا اور مغرب سے پہلے پہلے پھر واپس منیٰ پہنچ گئے۔ دوسرے اور تیسرے دن تینوں شیطانوں کو سات سات کنکریاں ماریں اور ۱۲ر ذوالحجہ یعنی یکم مارچ کو عصر کے بعد مکہ پہنچ گئے۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے حج کے تمام ارکان مکمل ہو گئے۔

میری واپسی ۱۶ر مارچ کو تھی۔ مجھے ۱۵ر کو جدہ پہنچ کر رپورٹ کرنا تھا۔ ان دنوں میں نے ۱۳ عمرے کئے۔ دو عمرے حج سے پہلے کئے تھے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

مکہ معظمہ سے چار پانچ میل دور ایک مقام ہے تنعیم۔ یہاں مسجد بنی ہوئی ہے جسے مسجد عائشہ رضؓ کہتے ہیں ٹیکسی والے دو ریال آنے جانے کا لیتے ہیں۔ یہاں سے احرام باندھ کر عمرہ کرتے ہیں

(باقی صفحہ ۱ پر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انکار کے بعد اقرار دعویٰ نبوت

ختم نبوت کے سابقہ بیان کردہ منفی پہلو کے ساتھ مثبت پہلو کا بیان

لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے مزید معنے

از محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب قادیانی نائب ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

قسط پنجم

ہمارے فریق لاہور کے معزز اراکین و "اہل الرائے" حضرات کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انکار دعویٰ نبوت کے حق میں اور اقرار دعوئے نبوت کے برخلاف جو دلائل و تحریرات و حوالجات دیئے جاتے اور اعتراضات کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت اقدس نے بلا استثناء ہر قسم کی نبوت کو ختم و بند قرار دے کر آنحضرت صلعم کو آخری نبی قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے

"مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ الا تعلم ان الرب الرحیم المتفضل سمّٰی نبیّنا صلعم خاتم الانبیاء بغیر استثناء و فسّرہ نبیّنا فی قولہ لا نبی بعدی"

(حمامۃ البشریٰ ص ۳۴)

پھر فرمایا:-

"قرآن شریف میں ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے اور پرانے اور نئے نبی کی تفریق کرنا شرارت ہے حدیث لا نبی بعدی میں بھی لا نفی عام ہے۔" (ایام الصلح ص ۱۴۶)

ایسا ہی وہ اپنی تائید میں اس قسم کے کئی حوالے پیش کرتے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت اقدس فرماتے ہیں:-

"مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔ یہ آیت صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلعم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا"

(ازالہ اوہام ص ۶۱۴)

ایسا ہی فرماتے ہیں:-

"آنحضرت صلعم نے بار بار فرما دیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا۔ اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ فی الحقیقت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔"

(کتاب البریہ ص ۱۸۴)

پھر فرمایا:-

"ہر نبوت را بروشد اختتام"

لہذا فرمایا کہ آنحضرت صلعم کے بعد حضرت مسیح ناصری نہیں آ سکتے۔ چونکہ حضور نے آیت خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کے الفاظ سے مستقل اور شریعت والی نبوت کو ختم و بند قرار دیا اس لئے اپنی وحی میں بار بار آنے والے لفظ نبی و رسول کی تاویل کر کے فرما دیا کہ اس سے مراد اس قسم کی نبوت نہیں۔ ان الفاظ کو ترمیم شدہ سمجھا جائے۔

ہمارے فریق لاہور کو خوش ہو جانا چاہیئے کہ ہم ان کے پیش کردہ حوالجات کو پورا نقل کر کے ان کا استدلال پیش کر دیتے ہیں۔ ہمیں ان کے ان حوالجات سے پورا اتفاق ہے۔ اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سنہ ۱۹۰۱ء سے قبل ختم نبوت کے اس منفی پہلو ہی پر زور دیتے رہے۔ اور اس امر کو شدومد سے پیش فرماتے رہے کہ نبی مستقل و صاحب شریعت ہی ہوتا ہے۔ اور اس کے لئے دروازہ بند ہو چکا ہے۔ کسی نبی کا استثناء نہیں۔ نہ پرانا نبی آ سکتا ہے نہ نیا۔ آنحضرت صلعم آخری نبی ہیں۔ آپ نے نبیوں کو ختم کر دیا۔ ان پر مہر لگا کر بند کر دیا ہے۔

مگر سنہ ۱۹۰۱ء والی تبدیلی کے بعد آپ ختم نبوت کے اس منفی پہلو کے مسلمانہ اس کے مثبت پہلو پر بھی بار بار زور دیتے رہے۔ اور ختم نبوت کے ناقص پہلو کی بجائے اس کا کامل و جامع پورا حقیقی مفہوم و تصور پیش فرماتے رہے۔ سنہ ۱۹۰۱ء سے قبل اگر منفی پہلو پیش کیا تھا تو سنہ ۱۹۰۱ء سے سنہ ۱۹۰۸ء تک برابر منفی پہلو کے ساتھ ساتھ اس کا مثبت پہلو پیش کر کے حضرت مسیح کی آمد کو محال اور اپنی نبوت کا اثبات فرماتے رہے نیز اپنی نبوت کی تاویل ترک کر کے اپنی نبوت کو محدثیت قرار دینے کی بجائے اسے نبوت ہی قرار دیتے رہے اور پھر کبھی کسی کو یہ جواب نہ دیا کہ چونکہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں۔ حدیث میں لا نبی بعدی آیا ہے آپ کے بعد کسی قسم کا بھی کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ نہ نیا نہ پرانا۔ بلا استثناء آپ آخری نبی ہیں۔ اور نہ ہی پہلے کی طرح کبھی یہ جواب دیا کہ میری نبوت سے مراد جزئی و ناقص نبوت ہے۔ اور یہ کہ نبی کا لفظ کاٹا ہوا اور ترمیم شدہ سمجھا جائے۔ اور اس کی بجائے محدث کا لفظ سمجھ لیا جائے۔ اور نہ کبھی یہ لکھا کہ میرا دعویٰ صرف محدثیت و مجددیت کا ہے۔

بلکہ آپ اس کے برعکس جواب دیتے رہے اور خاتم النبیین ہی سے اپنی نبوت کا استدلال پیش کر کے نبی کے آنے کا استثناء بیان فرماتے رہے۔

چنانچہ جب ایک احمدی نے اس امر کا اظہار کیا کہ حضور نے دعوئے نبوت نہیں فرمایا تو حضور نے اس کے اس جواب کے متعلق فرمایا کہ محض انکار سے جواب دینا صحیح نہیں۔ اور فرمایا:-

"حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں ایسے الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں بلکہ اس وقت تو پہلے زمانہ کی نسبت بھی بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں ...... وہ مکالمات الٰہیہ جو براہین میں شائع ہو چکے ہیں ان میں سے ایک وحی اللہ یہ ہے هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ...... پھر اس کے بعد اسی کتاب میں میری نسبت یہ وحی اللہ ہے جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ ...... پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ...... اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے اور رسول بھی پھر یہ وحی اللہ ہے جو صفحہ ۵۵۷ براہین میں درج ہے "دنیا میں ایک نذیر آیا" اس کی دوسری قرأت یہ ہے کہ دنیا میں ایک نبی آیا"

(ایک غلطی کا ازالہ)

حضور کا مدعا یہ ہے کہ مخالف کو یہ جواب دینا چاہیئے تھا کہ حضور نے مستقل صاحب شریعت جدیدہ نبی ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا ہاں غیر تشریعی نبوت کا دعوےٰ فرمایا ہے اور آپؑ کو یہ نبوت آنحضرت صلعم کے طفیل ملی ہے۔ اور یہ ختم نبوت قرآن کریم کے خلاف نہیں بلکہ اس کے عین مطابق ہے اس جگہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ حضورؑ تو خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کے الفاظ سے نبوت کو بند و ختم قرار دے چکے ہوئے ہیں اور دعوئے نبوت سے انکار فرما چکے ہوئے ہیں اس قسم کا جواب کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ اس لئے حضور نے خود یہ سوال کھڑا کیا اور خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کی حدیث پیش کر کے ان کا دوسرا پہلو پیش فرمایا۔ اور اس دوسرے مثبت پہلو کے مطابق اپنے دعوئے نبوت کی وضاحت فرمائی۔ گویا آپؑ نے ان کے منفی پہلو کے مطابق تو دعوئے نبوت سے انکار کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ چونکہ مستقل و صاحب شریعت جدیدہ نبی نہیں آ سکتا اس لئے میرا بھی کوئی ایسا دعوےٰ نہیں۔ لیکن ان کے مثبت پہلو کی رو سے فرمایا کہ آنحضرت صلعم کے بعد آپؐ کا کامل متبع نبی ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس کے مطابق میرا دعوئے نبوت کا ہے۔

ضرورت ہے کہ ہم خاتم النبیین کے ساتھ منفی پہلو کے علاوہ دوسرے مثبت پہلو والے معنوں پر مشتمل حوالجات بھی پیش کریں اور پھر لا نبی بعدی میں لا کے معنی نفی خاص بھی رکھ دیں اور آنحضرت صلعم کے بعد نبی کے آنے کا استثناء بھی آپؑ کی تحریرات سے پیش کریں اور پھر اقرار دعوئے نبوت

بھی ان سے دکھا ئیں۔ تا ہمارے گم گشتہ راہ بھائیوں کا مغالطہ دور ہو اور وہ اصل حقیقت معلوم کر کے واپس گھر آنے کی فکر کریں۔ وہ سالقہ پیش کردہ منفی پہلو والی تحریرات کے ساتھ ہماری طرف سے مثبت پہلو والی پیش کی جانے والی تحریرات کا موازنہ و مقابلہ کر کے دیکھ لیں کہ نبوت کے متعلق منفی پہلو کے علاوہ مثبت پہلو بھی کس قدر واضح اور نمایاں کیا گیا ہے۔ ہمارے فریق لاہور کے معزز و اہل الرائے حضرات دیکھ سکتے ہیں کہ اگر حضرت اقدسؑ کا کسی قسم کی بھی نبوت کا دعوٰی نہ تھا تو یہ مثبت پہلو والی تحریرات اور "استثناء" کیا معنی رکھتا ہے۔ کیوں نہ حضرت اقدس نے آخر وقت تک بلا استثناء آنحضرت صلعم کو آخری نبی اور نبیوں کو ختم و مہر لگا کر بند کرنے والا ہی قرار دیا۔ حضور نے ختم نبوت کے معنی کرتے وقت پہلے کبھی یہ نہ فرمایا تھا کہ اس کے اندر کسی نبی کے آنے کے متعلق پیشگوئی ہے۔ مگر ۱۹۰۱ء میں اس کے برخلاف یہ فرما کر کہ اس میں ایک پیشگوئی مخفی ہے جس کا علم ہمارے مخالفوں کو نہیں صاف اور واضح لفظوں میں نبی کے آنے کے لئے "استثناء" بیان فرمایا۔ ایسا ہی یہ بھی تحریر فرمایا کہ ایک لحاظ سے تو کوئی نبی نیا ہو یا پرانا، نہیں آسکتا کیونکہ اس کے آنے سے مہر نبوت ٹوٹتی ہے مگر ایک لحاظ سے نیا نبی آسکتا ہے اور اس کے آنے سے مہر نبوت نہیں ٹوٹتی۔ ملاحظہ ہوں حضور کی تحریرات کے اقتباسات:۔

خاتم النبیین و لا نبی بعدی کے مثبت پہلو کا بیان اور نبی کی آمد کا استثناء

حضرت اقدسؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

"سو اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں پھر آپؐ کے بعد اور نبی کس طرح آ سکتا ہے؟

اس کا جواب یہی ہے کہ بیشک اس طرح سے تو کوئی نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آسکتا جس طرح سے آپ لوگ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو آخری زمانہ میں اتارتے ہیں اور پھر اس حالت میں ان کو نبی بھی مانتے ہیں ..... آیت وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اور حدیث لَا نَبِيَّ بَعْدِي اس عقیدہ کے کذب صریح ہونے پر کامل شہادت ہے ...... ہم اس آیت پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا کہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اور اس آیت میں یہ پیشگوئی ہے جس کی ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں .... ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنا فی الرسول کی ..... پس یہ آیت کہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اس کے معنی یہ ہیں کہ لَيْسَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِ الدُّنْيَا وَلٰكِنْ هُوَ اَبُ الرِّجَالِ الْاٰخِرَةِ لِاَنَّهٗ خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ وَلَا سَبِيْلَ اِلٰى فُيُوْضِ اللّٰهِ مِنْ غَيْرِ تَوَسُّطِهٖ۔ یہ نام (نبی۔ ناقل) بحیثیت فنا فی الرسول مجھے ملا۔ لہٰذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا۔"

(ایک غلطی کا ازالہ ص۵)

یہ ہے خاتم النبیین کا مثبت پہلو اور اس میں نبی کے آنے کے متعلق استثناء۔ پہلے تو فرمایا تھا کہ نہ نیا نبی آسکتا ہے نہ پرانا مگر پھر فرمایا پرانا نبی نہیں آسکتا، کیونکہ اس سے مہر نبوت ٹوٹتی ہے۔ ہاں نیا نبی آنحضرت صلعم کے فیض سے آسکتا ہے اور اس سے مہر نبوت نہیں ٹوٹتی۔ اور فرمایا کہ اس کے لئے خاتم النبیین کے الفاظ میں پیشگوئی مخفی ہے۔ پس اگر یہ پیشگوئی نبی کے لئے نہیں تو پھر کس کے لئے ہے؟

ہمارے فریق لاہور کے معزز اراکین و اہل الرائے حضرت اقدسؑ کی طرف سے پیش کردہ لا نفیٔ عام پر بہت زور دیا کرتے ہیں۔ سو اس کے متعلق یاد رہے کہ ہمیں اس سے انکار نہیں مگر وہ معنی لا نبی بعدی کے دو بیان کردہ معنوں میں سے صرف ایک ہی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور دوسرے معنی میں حضرت اقدسؑ نے اسے لا نفیٔ خاص قرار دیا ہے۔ پس ان دونوں معنوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے

لاء نفی کا مفہوم ثانی

حضرت اقدسؑ نے لاء نفی کا مفہوم دو طرح بیان کیا ہے۔ اوّل ختم نبوت کے منفی پہلو کو ملحوظ رکھ کر لا نبی بعدی میں لا کو نفیٔ عام کے لئے قرار دیا ہے اور حدیث کا یہ مفہوم بتایا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی مستقل اور صاحب شریعت جدیدہ نبی نہیں۔ اور کسی نبوت کا استثناء نہیں فرمایا۔

(۲) دوم۔ ختم نبوت کے مثبت پہلو کے پیش نظر اس لا کو نفیٔ خاص قرار دیا ہے اور اس کے مطابق حدیث کا مطلب یوں واضح فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی مستقل اور صاحب شریعت جدیدہ نبی نہیں۔ ہاں آپؐ کے بعد آپؐ کی امت میں سے کامل فرد نبی ہو سکتا ہے۔

چنانچہ لاء نفی خاص کے متعلق آپؑ نے تحریر فرمایا ہے:۔

"یاد رکھنا چاہئیے کہ نفی کا اثر اسی حد تک محدود ہوتا ہے جو متکلم کے ارادہ میں متعین ہوتی ہے خواہ وہ ارادہ صریحاً بیان کیا گیا ہو یا اشارۃً مثلاً کوئی کہے کہ اب سردی کا نام و نشان باقی نہیں رہا تو ظاہر ہے کہ اس نے اپنے بلدہ کی حالت موجودہ کے موافق کہا ہے۔ اور گو اس نے بظاہر اپنے شہر کا نام بھی نہیں لیا مگر اس کے کلام سے یہ سمجھنا کہ اس کا یہ دعوٰی ہے کہ کل کوہستانی ملکوں سے بھی سردی جاتی رہی ہے اور سب جگہ تیز دھوپ پڑنے لگی ہے۔ اور اس کی یہ دلیل پیش کرنا کہ جس لا کو اس نے استعمال کیا ہے۔ وہ نفی جنس کا لا ہے جس کا تمام جہان پر اثر پڑتا ہے درست نہیں"

(تصدیق النبی ص۱۱)

لا کے ان معنوں سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدسؑ نے جس طرح خاتم النبیین کے دو معنی منفی و مثبت بیان فرمائے اسی طرح لا کے بھی دو پہلو بتائے ہیں۔ اوّل اسے لا نفیٔ عام کے طور پر پیش کیا تھا اور پھر اسے لا نفیٔ خاص کے طور پر بھی لگایا ہے۔ ان دونوں پہلوؤں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ مدعا یہ ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام نے مستقل اور صاحب شریعت جدیدہ نبی کا آنا بند قرار دیا ہے اور غیر تشریعی نبوت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ اور فیض سے ملتی ہے اسے جاری قرار دیا ہے۔

چنانچہ فرمایا:۔

"محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ نبوتِ تشریعی جائز نہیں دوسری جائز ہے مگر اپنا مذہب یہ ہے کہ ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہے۔ صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے انعکاس سے جو نبوت ہے وہ جائز ہے"

(بدر)

حضرت اقدسؑ نے مذکورہ حوالہ میں نبوت کو اوّل دو قسم قرار دیا ہے۔ یعنی تشریعی و غیر تشریعی نبوت۔ پھر غیر تشریعی نبوت کو آگے دو قسم کی بتایا ہے۔ یعنی ایک براہِ راست ملنے والی اور دوسری بالواسطہ ان تین اقسام میں سے آپؑ نے دو قسم کی نبوت کو ختم قرار دیا ہے اور تیسری قسم کی نبوت جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ملنے والی ہے اسے جاری بتایا ہے۔

لاہوری فریق کے معزز زعماء پتہ نہیں کہ اسے کیوں خاطر میں نہیں لاتے۔ اور حضورؑ کے سابقہ قول کو کہ

ہر نبوت را بروشد اختتام

ہی زہر اسے چلے جاتے ہیں۔ اور حضور علیہ السلام کے بیان کردہ اس استثناء کو کیوں پس پشت پھینک دیتے ہیں! دراصل خلافت کے انکار کی وجہ سے ہی انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت سے بھی انکار کرنا پڑا ہے۔ کیونکہ خلافت ان کے لئے ایک کڑوی گولی ہے!

(باقی آئندہ)

حج بیت اللہ شریف کے ایمان افروز کوائف

بقیہ ص۶

.. اسے ٹیکسی والوں کی زبان میں چھوٹا عمرہ کہتے ہیں۔ قریباً پندرہ میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے اس کے راستہ میں جبلِ نور آتا ہے جس کے اوپر غارِ حرا ہے یہاں بھی ایک مسجد بنی ہوئی ہے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہاں سے بھی عمرہ کے لئے احرام باندھا تھا ٹیکسی والے اسے بڑا عمرہ کہتے ہیں۔ دونوں جگہ سے جا کر لوگ عمرہ کے لئے احرام باندھتے ہیں۔

۱۵ر کی صبح کو ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر سامان باندھا۔ پھر خانہ کعبہ جا کر طواف وداع کیا۔ واپس آکر ٹیکسی پر جدہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ بیعتِ رضوان جدہ کے راستہ میں ہی ہوئی تھی۔ لیکن اب وہاں کوئی نشان نہیں ہے قبل ظہر جدہ پہنچا معلم کے وکیل کو کاغذات دئے۔ ایرپورٹ تین منزلہ وسیع عمارت ہے اسے مدینۃ الحجاج کہتے ہیں بعض کمروں میں پلنگ ہیں۔ دوسرے کمروں میں لوگ فرش پر بستر لگا لیتے ہیں۔ واپس جانے والوں کی بڑی بھیڑ تھی۔ تمام کمرے بلکہ برآمدے بھی مسافروں سے بھرے ہوئے تھے۔ ہر پانچ منٹ کے بعد ہوائی جہاز روانہ ہو رہے تھے افریقی اور ایشیائی سبھی تھے مگر یورپین نہ تھے۔

۱۶ر کی رات بارہ بجے ہمارا جہاز روانہ ہوا اور چند گھنٹہ میں بخیریت واپس پہنچ گیا۔ الحمد للہ علی ذالک!

جب "علماء" دانشمندی کا ثبوت نہ دے سکے!

بقیہ اداریہ صفحہ ۲

شائع ہوئی تھی ...... اِس کتاب کے خاص معترفین اور پُرجوش تائید کرنے والوں میں مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ انہوں نے اپنے رسالہ اشاعۃ السُّنہ میں اس پر ایک طویل تبصرہ یا تقریظ لکھی جو رسالہ کے چھ نمبروں میں شائع ہوئی ہے۔ اِس میں کتاب کو بڑے شاندار الفاظ میں سراہا گیا ہے۔ اور اس کو عصرِ حاضر کا ایک علمی کارنامہ اور تصنیفی شاہکار قرار دیا گیا ہے"

("قادیانیت" صفحہ ۴۵ - ۵۱ طبع اوّل)

یہ ہے خوبی! پہلی شہادت تو موقعہ کے ایک لیڈر کی ہے اور دوسری اِس وقت کے مخالف کی ہے مگر دونوں کو بانئ سلسلہ احمدیہ کی اس جلیل القدر خدمتِ دینی کا واضح اقرار و اعتراف ہے۔ بلکہ ندوی صاحب نے تو صاف لفظوں میں اس حقیقت کو مان بھی لیا ہے کہ "یہ کتاب بہت صحیح وقت پر شائع ہوئی"۔ آخر یہ صحیح وقت کِس چیز کا تھا؟ یہی کہ مثبت رنگ میں اسلام کی حمایت اور اس کی خدمت کا۔ جس سے بقول فاضل مدیر الجمعیۃ دیگر علماء اس وقت قاصر و محروم رہے۔

لیکن بُرا ہو حسد اور بُغض و عناد کا کہ یہی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بعد میں حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے نہایت درجہ مخالف بلکہ شدید معاند بن گئے۔ جس مقدس مشن میں آپؑ اُس وقت شب و روز مشغول تھے موصوف نے اس کو ناکام بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اور آپؑ کے کام میں ہر ممکن روڑے اٹکاتے۔ نہ صرف مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ہی بلکہ اس وقت کے بیشتر دوسرے علماء کا یہی حال تھا۔

اِس وقت چونکہ اُس زمانہ کے حالات اور علماء کے مخالفِ اسلام کردار کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے اس لئے اسی نوع کا ایک اہم واقعہ ۱۸۹۷ء کا ہے جس میں اہلِ حدیث کے یہ لیڈر صاحب بالکل ہی ننگے ہو گئے۔ مختصر تفصیل اس واقعہ کی یوں ہے کہ جب حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے معقول دلائل کے ذریعہ دیگر مخالفینِ اسلام کے ساتھ عیسائی پادریوں کو بھی قطعی طور پر لاجواب کر دیا تو معقولی بحث سے تنگ آکر یہ لوگ اوچھے ہتھیاروں پر اُتر آئے۔ چنانچہ امرتسر کے مسیحیوں نے ایک منصوبہ کے تحت اپریل ۱۸۹۷ء میں ڈاکٹر مارٹن کلارک ساکن امرتسر کی طرف سے آپ پر اقدامِ قتل کا جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا۔ اس موقعہ پر یہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ہی تھے جو ایک مسلمان کے خلاف عیسائیوں کی حمایت کرتے ہوئے شہادت دینے کے لئے عدالت میں آپہنچے اور نہ دیکھا کہ مَیں کیا کر رہا ہوں۔ اگرچہ اس بات کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں کہ مولوی صاحب کو کِس طرح عبرت ناک طور پر ذلیل اور رُسوا ہونا پڑا۔ تاہم مولوی صاحب کی پوری مخالفانہ مساعی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ عدالت پر اصل حقائق روشن ہو گئے اور عدالت نے حضور علیہ السّلام کو باعزّت بَری کر دیا۔

اسی ایک واقعہ سے دیگر مولوی صاحبان کی حالت اور طریق عمل کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حمایتِ اِسلام کے لئے کھڑے ہونے والے شخص کے مقابلہ پر اُن کا کردار کیسا رہا۔ اسی طرح چند سال بعد کی بات ہے کہ مقدس بانئ سلسلہ احمدیہ نے علماء کی اس بے وجہ مخالفت سے تنگ آکر "الصُّلحُ خَیر" کے نام سے ۵ر مارچ ۱۹۰۱ء کو ایک اشتہار شائع کیا اور علماء کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ آئندہ تین سال تک کے لئے ہم آپس میں اسی طرح کی مصالحت کر لیں کہ آپ لوگ میری مخالفت اور بد زبانی سے باز آجائیں۔ اور مجھے اسلام کے دشمنوں کا مقابلہ کرنے دیں۔ مگر افسوس مسلم علماء نے اس پیشکش کو قبول نہ کیا اور مخالفینِ اسلام سے مقابلہ کرنے کی بجائے اپنے سے ہی مقابلہ پسند کیا۔

آپؑ اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ اسلام کی تبلیغ اور دشمنانِ اسلام کے حملوں سے دفاع کا یہی وقت ہے اسلئے علماء کی مخالفت اور اپنی طرف اُلجھائے رکھنے کے باوجود آپ نے ان خصوصی مساعی کو بھی بدستور جاری رکھا اور اُن میں کبھی ناغہ نہیں آنے دیا۔

ہر قسم کی مخالفت اور پُرخطر حالات کے باوجود تبلیغِ اسلام کے کام کو نہ صرف یہ کہ مقدس بانئ سلسلہ احمدیہ نے اپنے زمانہ میں خود جاری رکھا بلکہ اس جذبہ کو اپنی جماعت کے ایک ایک فرد میں قائم کر دیا۔ اور خدا کے فضل سے آج ساری دُنیا میں تبلیغِ اسلام کی جو کامیاب مہم جاری ہے وہ اسی بزرگ کی عملی تربیت، قوتِ قدسی اور جماعت کی لگاتار قربانی اور نیک نمونہ کا نتیجہ ہے۔

ہائے افسوس! علماء حضرات کے اس وقت کے کردار کو دیکھ کر کلیجہ مُنہ کو آتا ہے کہ اپنی بے بصیرتی کے سبب نہ صرف یہ کہ خود موقعہ سے فائدہ نہ اُٹھایا بلکہ جب ایک حامئ دینِ متین عین ضرورت کے وقت خدا تعالیٰ کی تائید کے ساتھ کھڑا ہوا تو ان وارثۃ الانبیاء کہلانے والے علماء و فضلاءِ اُمّت نے نہ صرف یہ کہ اس کی مخالفت کی بلکہ اس کو دائرہ اسلام سے خارج بنا کر اُسے واجب القتل تک قرار دیا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُوْن ○

فَلْیَبْکِ مَنْ کَانَ بَاکِیًا ؛ عَلٰی حَالَۃِ الْعُلَمَاءِ وَالْفُضَلَاءِ

اخبار الجمعیۃ کے زیرِ نظر شذرہ میں آگے چل کر فاضل مُدیر نے یہ جو لکھا ہے کہ:-

"ہماری حالیہ تاریخ کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہمارے درمیان کوئی ایسی جدّ و جہد اُبھر نہ سکی جو مستقبل کو سمجھ کر شروع کی گئی ہو"

افسوس ہے کہ فاضل مُدیر نے ایک ثابت شدہ حقیقت (جو روزِ روشن کی طرح ثابت ہو چکی ہوئی ہے) پر جان بوجھ کر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ ایسی جد و جہد بالیقین اُبھری اور خدائے رحیم و کریم کی طرف سے اس کی داغ بیل ڈالی گئی اور اُسی نہج پر جس کے بارہ میں قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ میں واضح اشارے کئے گئے ہیں۔ یعنی مسیح موعود و مہدی معہود کی بعثت اور ایک برگزیدہ جماعت کے قائم کرنے کے ذریعہ۔

نہ معلوم علماء حضرات اس مبارک وجود سے کیوں چڑتے ہیں؟ حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی کے ذریعہ اسلام کی دوبارہ سربلندی اور نشاۃِ ثانیہ کو وابستہ قرار دیا۔ اگر ان لوگوں کو دینِ اسلام اور اس کے مبارک نبیؐ کے ساتھ محبت ہے تو اُن کا فرض تھا کہ ایسے وجود کے ظاہر ہوتے ہی اس کے جھنڈے تلے آجاتے اور کچھ وقت بھی ضائع کئے بغیر اس کی ہدایات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے خدمتِ دین کے کام میں لگ جاتے

تائیدِ دین اور حمایتِ اسلام کے سلسلہ میں جماعتِ احمدیہ اور اس کے مقدس بانی کے کارنامے ایسے نہیں جو کسی سے پوشیدہ ہوں۔ جماعت خدا کے فضل سے اب تو تبلیغ و توسیع اسلام کے سلسلہ میں ساری دنیا میں ایک خاص نام اور مقام پیدا کر چکی ہے۔ جس کے بارہ میں فاضل مُدیر کے بزرگ مولانا فارقلیط صاحب اپنے روزنامہ میں متعدد بار واضح اعتراف کر چکے ہیں۔

پس جس دانشمندی کا ثبوت آج سے صدی یا پون صدی پہلے علماء حضرات نہ دے سکے، اور اسلام اور مسلمانوں کے حق میں نقصان کا باعث ہوئے تو کیا ہم توقع رکھیں کہ اُن ہی علماء کی موجودہ تیسری نسل اسلاف کی غلطی پر متنبہ ہو جانے کے باوجود اُس غلطی کا اعادہ نہیں کرے گی۔ اور سوچ سمجھ کر درست روی کا ثبوت دیگی۔ ایسا نہ ہو کہ ایک وقت گذر جانے پر اِن کی اولاد بھی ان کو غیر دانشمند قرار دے اور ملامت کا ووٹ پاس کرے۔ بھائیو! یہ خدائے علیم و حکیم کے فیصلے ہیں۔ اس سے لڑائی کرنا دانشمندی نہیں۔ جب اس کی حکمتِ کاملہ نے ایک بندہ کو حمایتِ اسلام کے لئے کھڑا کر دیا اور وہ وہی وقت تھا جو آپ کے قول کے مطابق بھی دینِ اسلام کے لئے مثبت پہلوؤں سے کچھ کرنے کا وقت تھا اور اس برگزیدہ انسان نے کر کے بھی دکھا دیا تو اس کی مخالفت کرتے چلے جانا یا شمس نصف النہار کا انکار کرتے چلے جانا کوئی اچھی بات نہیں۔ پس آیئے اور اس دینی اور ملّی جدّ و جہد میں حصّہ لینے کی طرف متوجہ ہوں جو ٹھیک وقت پر خدا تعالےٰ کے حکم اور فیصلہ سے اُبھری اور اس نے مثبت رنگ میں قابلِ تقلید اور قابلِ قدر کام کر کے دکھا دیا جبکہ رُوئے زمین کے دُوسرے مسلمان ابھی ارادے ہی بنا رہے ہیں۔ جو شاید کبھی بھی کامیاب عملی جامہ نہ پہن سکیں گے!!!

اخبار الجمعیۃ کے زیرِ نظر شذرہ سے انگریزی راج کی تعریف و توصیف کی بات بھی صاف ہو گئی۔ غیر احمدی علماء ہمیشہ ہی جماعتِ احمدیہ اور اس کے مقدس بانی پر انگریزی راج کی تعریف کرنے اور اس کی بعض خوبیوں کے معترف ہونے پر معترض رہے ہیں۔ مگر دیانند سرسوتی کے واقعہ نے حقیقتِ حال کو بڑے ہی عمدہ رنگ میں پیش کر دیا۔ جس طرح کوئی بھی آریہ سماجی، انگریزی راج کے بارہ میں اپنے لیڈر کے اس طور پر اظہارِ خیال کو قابلِ اعتراض نہیں جانتا بلکہ خوش ہے کہ اُن کے لیڈر نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور مذہبی پرچار کے سلسلہ میں انگریزوں کی طرف سے دی گئی آزادی اور سہولت کو اپنے حق میں استعمال کیا ــــ اسلئے بمطابق تبصرہ اخبار الجمعیۃ یہ علماء کی ہی دانشمندی کا تقاضا تھا کہ اپنی بے بصیرتی کے سبب وقت کی نزاکت کو نہ پہچان سکے۔ اور تبلیغ و توسیع اسلام کا جو زرّیں موقعہ انگریزی راج میں میسّر آیا تھا، آپس کی تکفیر بازی۔ حق کی مخالفت یا غیر اہم اُمور میں منہمک ہونے کے سبب ضائع کر دیا ــــ!!!

جب ہم علماء کی اس کوتاہ اندیشی پر نظر کرتے ہیں تو اُن کی حالت پر رونا آتا ہے کہ یہ لوگ اسلام کے پیچھے دشمن نکلے اور تبلیغِ اسلام کے لئے سازگار ماحول کو اسلام کے حق میں استعمال نہ کر سکے اور جس نے اس وقت سے فائدہ اٹھانا چاہا اور اسلام کی حمایت کے لئے مردِ میدان بن کر نکلا اُس نیک دِل بندۂ الہٰی کو اپنی مخالفتوں کے سبب پُوری یکسوئی اور زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ نتیجہ خیز کام کرنے میں بہت بڑی روک رہے ○

یا الہٰی فضل کر اسلام پر اور خود بچا!
اِس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سُن لے پکار

سہ ماہی اوّل اور بقایا دار احباب

گزشتہ مالی سال ۶۹، ۶۸ء کی وصولی اور بقایا چندہ کی پوزیشن سے جماعتوں کو اطلاع نظارت ہذا کی طرف سے بھجوائی جا چکی ہے۔ نیز سالِ رواں کے مشخصہ اور مجوّزہ بجٹ لازمی چندہ جات سے بھی ہر جماعت کو آگاہ کیا جا چکا ہے۔

جملہ عہدیدارانِ مال اور بقایا دار احباب کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لازمی چندہ جات کی باقاعدہ ادائیگی پر اس قدر زور دیا ہے کہ حضور علیہ السلام چھ ماہ سے زائد عرصہ کے بقایا دار افراد کو جماعتی نظام سے خارج قرار دے چکے ہیں۔

موجودہ مالی سال کے سہ ماہی اوّل کے دو ماہ گذر چکے ہیں۔ بقایا دار جماعتوں کے سیکرٹریانِ مال اور بقایا دار احباب، کو چاہیئے کہ وہ ابھی سے اپنی ذمّہ داری کا پورا احساس کر کے گزشتہ کوتاہی کا ازالہ کریں۔ اور اس بات کا عملی طور پر ثبوت دیں کہ وہ درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے ہیں۔

امید ہے کہ وصولی چندہ جات کے تعلق میں ابھی سے باقاعدہ کوشش اور خاص توجہ دی جائے گی۔ تاکہ موجودہ مالی سال کے آخر تک جملہ جماعتوں کے سو فیصدی چندہ کی وصولی ممکن ہو سکے۔

اللہ تعالےٰ تمام دوستوں اور عہدیداران کو اپنی ذمّہ داری صحیح طور پر سمجھنے اور ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ناظر بیت المال (آمد) قادیان

چندہ وقفِ جدید کی وصولی کیلئے اپنی جدّوجہد کو تیز سے تیز تر کر دیں

وقفِ جدید کا مالی سال صلح (جنوری) سے شروع ہوتا ہے۔ لیکن گزشتہ چھ ماہ کی نسبت وصولی کمی کی طرف جا رہی ہے۔ اور تدریجی بجٹ سے وصولی بہت ہی کم ہے۔ احباب کو چاہیئے کہ چندہ وقفِ جدید کی وصولی کے لئے اپنی جدوجہد کو تیز کر دیں۔ جماعتوں کے اُمراء اور صدر صاحبان سے درخواست ہے کہ وہ چندہ وقف جدید کے حسابات کا جائزہ لے کر اس کمی کو پورا فرمائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

علاوہ ازیں آپ اِس امر کو بھی ہمیشہ ملحوظ رکھیں کہ جو جماعتیں چندہ وقفِ جدید سو فیصدی وقت سے پہلے ادا کر دیتی ہیں اُن کی اسم وار فہرست حضورؒ ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز کی خدمت اقدس میں بغرضِ دعاء پیش کر دی جاتی ہے۔

وعدہ جات کے بارے میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہُ کا ارشاد درجِ ذیل ہے:۔

”قُربانی کا اصل وقت وعدے کے بعد پہلے چھ ماہ ہوتے ہیں۔ اگر تم اس وقت وعدہ پُورا کر لیتے تو اب چھاتی تان کر پھرتے کہ ہم نے تبلیغ کے لئے جس رقم کا وعدہ کیا تھا وہ ہم ادا کر چکے ہیں“

پس حضور رضی اللہ عنہُ کے مندرجہ بالا ارشاد کے مطابق مَیں اُمید کرتا ہوں کہ آپ اپنی جماعت کے ذمہ بقایا چندہ سو فیصدی وصولی کی طرف توجہ اور کوشش کر کے شکریہ کا موقعہ دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا باعث بنیں گے۔

انچارج وقفِ جدید انجمن احمدیہ قادیان

پروگرام قافلہ جلسہ سالانہ ربوہ منسوخ

احباب کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ بعض وجوہ کی بناء پر قافلہ جلسہ سالانہ ربوہ کی درخواست واپس لے لی گئی ہے۔ اس لئے اب قافلہ کی صورت میں جانے کا پروگرام نہیں ہے۔ البتہ انفرادی طور پر پاسپورٹ بنوا کر جو احباب جانا چاہیں وہ جا سکتے ہیں۔

اِس لئے احباب اب اِس غرض کے لئے کوئی درخواست نظارت ہذا میں نہ بھجوائیں۔ جن احباب کی درخواستیں آ رہی ہیں اُن کو بذریعہ ڈاک یہی جواب بھجوایا جا رہا ہے۔

امید ہے جملہ امراء و پریذیڈنٹ صاحبان و مبلغینِ کرام اپنی اپنی جماعتوں کو اس امر سے مطلع فرما دیں گے۔

ناظرِ اُمورِ عامّہ قادیان

ضروری تصحیح

اخبار بدر مجریہ ۲۶ر احسان ۱۳۴۸ ہش مطابق ۲۶ر جون ۱۹۶۹ء میں معاونینِ وقفِ جدید کے نئے ممبران میں اخلاص و قربانی کا بہترین مظاہرہ کی فہرست میں جماعت احمدیہ مظفر پور کے معاونین مکرم میاں سید داؤد احمد صاحب، مکرم ڈاکٹر سید منصور احمد صاحب، مکرم سید غلام مصطفےٰ صاحب نے تین تین صد روپے فی کس نوٹ کرائے تھے جو دفتر کی غلطی کی وجہ سے شائع ہونے سے رہ گئے۔ احباب کرام از راہِ کرم تصحیح فرمالیں۔

انچارج وقفِ جدید انجمن احمدیہ قادیان

یہ مت خیال فرمائیے

کہ آپ کو اپنی کار یا ٹرک کے لئے اپنے شہر سے کوئی پُرزہ نہیں مل سکتا۔ اور یہ پرزہ نایاب ہو چکا ہے۔ آپ فوری طور پر ہمیں لکھئے یا فون یا ٹیلیگرام کے ذریعہ رابطہ پیدا کیجئے۔ کار اور ٹرک پٹرول سے چلنے والے ہوں یا ڈیزل سے ہمارے ہاں ہر قسم کے پُرزہ جات دستیاب ہو سکتے ہیں۔

آٹو ٹریڈرز ۱۶ مینگو لین کلکتہ نمبر ۱

AUTO TRADERS 16 MANGOE LANE CALCUTTA-1

تار کا پتہ "AUTOCENTRE" فون نمبرز 23—1652، 23—5222

سپیشل گم بوٹ

جن کے آپ عرصہ سے متلاشی ہیں!

مختلف اقسام، دفاع۔ پولیس۔ ریلوے۔ فائر سروسز۔ ہیوی انجینئرنگ۔ کیمیکل انڈسٹریز مائنز۔ ڈیریز۔ ویلڈنگ شاپس اور عام ضرورت کے لئے دستیاب ہو سکتی ہیں!

گلوب ربڑ انڈسٹریز

آفس و فیکٹری: ۱۰۔ پربھو رام سرکار لین کلکتہ نمبر ۱۵ — فون نمبر 24—3272

تار کا پتہ: گلوب ایکسپورٹ

شو روم: ۳۱/۱۰ نور جیت پور روڈ کلکتہ نمبر ۱ — فون نمبر 34—0401

ترسیلِ زر

سے متعلق ہر قسم کی خط و کتابت بنام مینیجر اخبار ”بدر“ کے نام فرمائیں۔

(ایڈیٹر)